

I
R
F
A
N
S
A
R
H
A
D
I

میرا خواب

ناولٹ



Ketabton.com

مصنف:

عرفان سرحدی



عرفان سرحدی

ناشر

شعور ادبی جرگہ ٹانک

✿ کتاب نام: ----- ✿ میرا خواب

✿ مصنف: ----- ✿ عرفان سرحدی

✿ کمپوزنگ: ----- ✿ عرفان سرحدی

✿ پروف ریڈنگ: .. ✿ .. احمد سعید. خان بادشاہ طاہر
سریازارین

✿ سیٹ ڈیزائننگ: ----- ✿ جنید احمد کنڈی

✿ چھاپ: ----- ✿ 2017

✿ موبائل نمبر: ----- ✿ 03448054462

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سرباز ایک فائو اسٹار ہوٹل میں ناشتے کی میز پر بیٹھا اپنے کسی شاعر دوست کے ساتھ موبائل فون پر ادبی بحث مباحثے میں مصروف تھا۔ لیکن محور نظر سامنے والی میز پر حسین نازنین لڑکی تھی جو شکل و صورت سے تو انگریز لگ رہی تھی مگر وجود پر مشرقی لباس یہ بتا رہی تھی کہ انگریز نہیں ہے۔ موٹی موٹی آنکھیں سفید، سرخی مائل رخسار والی نرم، گلابی ہونٹ براون گنگریالے بال یہ پیاری حسینہ میز پر رکھی ڈائری میں کچھ لکھنے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار اپنے بالوں کو سمیٹتے ہوئے سرباز کے ساتھ نظریں ٹکرانے کی شرارت بھی کر جاتی تھی ایک طویل گفتگو کے بعد سرباز نے اپنے دوست سے اجازت لی اور موبائل فون کو سامنے پرے ٹیبل پر رکھا۔

لڑکی موقع پاتے ہی وہاں سے اُٹھ کر سرباز کے پاس آئی اور سلام کے ساتھ ساتھ اُس نے قریب رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیٹھنے کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ سرباز اسے باقی لوگوں سے الگ نظر آ رہا تھا

دل کی دھڑکن نے تو تیز ہونا ہی تھا کیونکہ اتنی حسین لڑکی کو بہت قریب سے جو دیکھ رہا تھا بہر حال اندھے کو اور کیا چاہیے بس دو ہی آنکھیں سرباز نے بیٹھنے کی اجازت دیدی اور وہ بیٹھ گئی۔

میرا نام رومائسہ نور ہے میں آپ کے پڑوسی ملک سے ہوں معاشیات، اقتصادیات میں پی ایچ ڈی کر رہی ہوں اور میں نے (ترقی کیسی ہوتی ہے) کے عنوان پر ایک کتاب لکھنی ہے اس سلسلے میں کل ہی یہاں آئی ہوئی ہوں اور یہاں اس ہوٹل میں ایک ہفتے تک کیلئے قیام ہے۔

رومائسہ نے بڑی تفصیل سے اپنا تعارف کرایا ۔

سرباز نے بات بڑھانے کے لئے چائے کا پوچھا لیکن اُس نے شکریہ کہہ کر

منع کیا اور کہا کہ ابھی ابھی ناشتہ کیا ہے۔

سرباز سمجھ گیا تھا کہ لڑکی ہمارے ملک کے بارے میں مجھ سے

معلومات لینا چاہتی ہے ۔

سرباز نے کہا رومائسہ صاحبہ دنیا میں بہت سے ترقی یافتہ ممالک

موجود ہیں جو تمہارے قریب بھی ہیں اور ہم سے بہت پہلے ترقی یافتہ

بھی بن گئے ہیں اسکے باوجود تم نے ہمارے ملک کا انتخاب کیوں کیا۔

رومائسہ نے مسکرا کر کہا۔ کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں ۔

جی جی میں تو بھول ہی گیا میرا نام سرباز آریں ہے اور لوگ مجھے

سرباز کہہ کر پکارتے ہیں ابھی ابھی تعلیم مکمل کر کے کسی پوسٹ کے

خالی ہونے کا انتظار کر رہا ہوں۔

شکریہ، تو سرباز صاحب بات یہ ہے کہ تمہاری بات درست ہے ممالک

تو بہت ہیں لیکن ان ممالک نے اتنی تیزی سے ترقی نہیں کی ہے جیسا کہ

اس ملک نے کی ہے . تیس سال پہلے یہ ملک غریب ممالک میں شمار

کیا جاتا تھا۔ مگر آج یہ وہی ملک نہیں ہے بلکہ امیر ترین ممالک میں

شمار کیا جاتا ہے یعنی تیس سال کے اس تھوڑے عرصے میں اس ملک

نے دو سو سال کا سفر کیا ہے اس تیزی سے ترقی کرنے پر میں آپ کے

ملک سے متاثر ہوئی ہوں . اور دوسری بات یہ ہے کہ ہماری زبان

، کلچر اور مذہب، تہذیب بھی تو ایک ہے نا ۔

اچھا تو رومائسہ نور صاحبہ میں آپ کا کیا خدمت کر سکتا ہوں -

دیکھو سرباز صاحب جس وقت تم موبائل فون پر کسی کے ساتھ

گفتگو کر رہے تھے۔ وہ میں بھی سن رہی تھی۔ باتوں سے لگ رہا تھا کہ

تم شاعر یا ادیب ہو۔ کیونکہ انداز گفتگو شاعرانہ سا تھا اور باتوں سے

ایک علمیت بھی ظاہر ہو رہی تھی۔ اور شاعر، ادیب کی نظر بڑی تیز

ہوتی ہے۔ معاشرے کی ہر چیز اور ہر کام میں اُس کی نظر ہوتی ہے۔

میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے میری کتاب کے بارے میں کچھ

معلومات دے دیں -

سرباز نے مسکراتے مسکراتے کہہ دیا کہ ہاں شاعر تو نہیں ہوں۔ البتہ

شاعری اور شاعروں کو پسند کرتا ہوں۔ ادھر دل ہی دل میں موقع کو

غنیمت سمجھ کر اُس نے منصوبہ بھی بنا لیا تھا -

رومائسہ جی بات یہ ہے کہ میں دو دن پہلے یہاں کسی کام کے سلسلے میں آیا ہوا تھا۔ وہ کام مکمل کر کے ابھی سویرے سویرے گاؤں کیلئے نکلتا تھا۔ پر تم مہمان ہو اور مہمان کا حق ہوتا ہے۔ تو میں ایک قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ وہ یہ کہ میں ابھی کی بجائے شام کو گاؤں چلا جاؤں گا۔ تمہیں تمہارے کتاب کی تحقیق کیلئے ادھر بیٹھے بیٹھے کیا معلومات دے دوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں کی بجائے شہر کے اندر مختلف اور خاص کر اُن لوگوں کے ساتھ مل لیں جو مختلف اداروں میں ہوں۔ اور تبدیلی کے اس سفر سے ہو کر گزرے ہوں۔ اسی طرح شہر کا سیر بھی ہو جائے گا۔ اور تمہیں معلومات بھی مل جائے گی۔

رومائیہ نور نے خوش ہو کر سریاز کا شکریہ ادا کیا۔ اور دونوں نے
اگلے پندرہ منٹ میں ہوٹل سے نکلنے کا پروگرام بنا کر اپنے اپنے کمروں میں
تیار ہونے کے لیے چلے گئے

0

ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد دونوں ہوٹل کے مین گیٹ پر ملے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ بس اسٹاپ تک تقریباً دس منٹ کا سفر تھا۔ جو انہوں نے پیدل طے کرنا تھا۔ چلتے چلتے تھوڑی بہت بات چیت بھی ہوتی رہی۔ اور ہلکی ہلکی مزاح بھی۔ کیونکہ ماحول بڑا خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا بدن کو چھو کر خوشی کا احساس دلارہی تھی۔ جہاں جہاں تک نظر دوڑتی تھی۔ سبزہ ہی سبزہ دیکھنے کو ملتا۔ بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آسمان کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے میں مصروف تھے۔ ایک خاص ترتیب سے لگائے ہوئے درخت بھی لہلاتے نظر آ رہے تھے۔ گھلی اور کشادہ سڑکیں اور سڑک کے دونوں طرف فٹ پاتھ کے ساتھ خوبصورت

پھولوں کے پودے بھی ماحول کو خوشی اور خوبصورتی میں چار چاند لگا رہے تھے۔

بس سٹاف پر موجود کچھ لوگوں میں جا کر یہ دونوں بھی شامل ہوئے۔ سلام دعا کے بعد وہاں موجود بینچ پر جا کر بیٹھ گئے۔ نظریں سڑک پر جمی ہوئی تھی -

رومائسہ نے سریاز سے پوچھا۔ کہ ہمارے ملک میں تو سڑکوں پر بہت زیادہ رش ہوتا ہے۔ لیکن ادھر تو بہت پرسکون ماحول ہے۔ موٹر سائیکل اور چھوٹی گاڑیاں تو ایک آدھ نظر آجاتی ہیں -

اس پر سریاز نے کہا رومائسہ نور صاحبہ آج سے تیس سال پہلے جب ملک بہت خسارے میں تھا۔ پیٹرول کی قیمت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ اور پٹرول، ڈیزل کی ضرورت ملک میں بڑھتی جا رہی تھی۔ تقریباً

لوگوں نے اپنے ذاتی گاڑیاں موٹر کار وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ اور موٹرسائیکل توہر گھر میں ہوتے تھے۔ بلکہ ایک ایک گھر میں دو دو تین تین موٹر سائیکل بھی ہوا کرتے تھے۔ جس کسی کو کہیں قریب بھی جانا ہوتا تو جلدی اپنی چھوٹی گاڑی نکال لیتے۔ اور موٹرسائیکل تو اتنا عام ہو گیا۔ کہ دکان سے سبزی لانے کیلئے موٹر سائیکل مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے موٹر سائیکل یہاں تک کہ کسی بھی کام کے لیے گھر سے باہر جانا ہوتا تو موٹر سائیکل کے بغیر قدم نہیں رکھتے تھے۔

اسی طرح ایک طرف تو ماحول آلودہ ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف ملک میں ڈیزل اور پٹرول کی ضرورت اتنی بڑھ گئی کہ ملک پر بوجھ بن گیا

کیونکہ یہ گاڑیاں تو ڈیزل اور پٹرول سے ہی چلتی ہیں اور اس کو پورا کرنا بھی ملک کی ذمہ داری ہوتی ہے -

یعنی ڈیزل اور پٹرول کی مانگ بڑھ گئی تھی. تو جس چیز کی مانگ بڑھتی ہے وہ مہنگا ہوتا جاتا ہے اسی طرح پٹرول مہنگا ہوتا گیا اور اس کا اثر ہر چیز پر پڑتا گیا یعنی ہر چیز مہنگی ہوتی جا رہی تھی پھر مہنگائی عروج کو پہنچ گئی -

اسی طرح حادثات میں بھی اضافہ ہوتا گیا رش اتنا بڑھ گیا کہ روڈ اور بازار گاڑیوں اور موٹرسائیکلوں سے بھرے نظر آتے تھے. ہر دکان کے آگے ایک دو موٹر سائیکل یا ایک آدھ گاڑی تو کھڑی ہی رہتی اس وجہ سے بازاروں میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی. اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شہروں اور دیہاتوں کی چھوٹے چھوٹے گلیوں اور کوچوں

میں بھی موٹر سائیکل دوڑتے نظر آرہے ہوتے مائیں اپنے چھوٹے بچوں کو گھروں میں باندھ کر رکھتے۔ کیونکہ باہر تو خطرہ ہی خطرہ ہوتا تھا۔ کب کس نکر سے موٹر سائیکل نکلتا ہے اور کس بچے کی جان لے لیتا ہے۔

اس سارے صورتحال سے نمٹنے کیلئے حکومت نے ایک بہترین فیصلہ کیا وہ یہ کہ موٹر سائیکلوں پر فُل پابندی لگادی گئی کچھ اداروں کے علاوہ جیسا کہ ٹریفک پولیس ہوگیا یا صحت کا محکمہ یا پھر کچھ اور مخصوص ادارے وغیرہ۔

اسی طرح چھوٹی گاڑیاں بھی کچھ مخصوص سرکاری عہدیداروں کے علاوہ تمام لوگوں کیلئے بند کر دیں۔

اس کے برعکس تمام چھوٹے اور بڑے شہروں میں لوکل بس چلانا شروع

کی لوکل سپیشل وی آئی پی بسوں کو شہروں کی ضرورت کے مطابق

رکھا۔ یعنی ہر دس منٹ میں ایک لوکل بس روڈ کے دونوں طرف نظر

آنے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر شہر میں رکشہ سروس کو بھی جاری

کیا۔ لیکن رکشوں کو شہر کی آبادی کے مطابق اجازت مل گئی۔ ہر شہر

میں رکشوں کی اپنی وکنسیاں دی دیں مثلاً ہر گلی یا محلے کے اوپر پانچ

رکشوں کی وکنسیاں تھیں ایک محلے یا گلی میں اگر پہلے سے پانچ رکشے

موجود ہوں۔ تو وہاں چھٹے رکشے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ ملک کے

تمام دیہاتوں اور قصبوں کو بھی آبادی کے مطابق رکشوں کی اجازت

دے دی گئی ادھر ہر گلی، محلے کے اوپر ایک ایک جبکہ دیہاتوں میں

آبادی کے مطابق ایمبولنس مقرر کیے تاکہ ایمرجنسی حالت میں کوئی

پریشانی نہ ہو۔ لوکل بسیں اور ایمبولینس حکومت کی ملکیت تھی جبکہ رکشوں کی اجازت عوام کو مل گئی۔

اس طرح حکومت نے مہنگائی پر بھی قابو پالیا اور عوام کو ڈیزل اور پٹرول کی روزانہ خرچے سے بچ کر تھوڑے سے پیسے خرچ کر کے منزل مقصود تک پہنچنے کی سہولت بھی ہوگئی اور خاص فائدہ یہ ہوا کہ ہر انسان کو موٹرسائیکل اور گاڑی نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑا بہت چلنے پھرنے کا موقع بھی ملا یعنی اگر ورزش نہ بھی ہو پھر بھی صحت ٹھیک رہے کیونکہ اکثر لوگوں کے معدے ورزش نہ ہونے کی وجہ سے خراب رہتے تھے۔ اور ملک میں بے تحاشہ حادثات کی روک تھام کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کی وارداتوں کی بھی روک تھام ہوئی۔

دوسری طرف لوکل بسوں سے کمایا ہوا پیسہ بھی ملکی خزانے میں آنے

لگا -

سڑک پر کھڑی ایک لوکل بس کے ہلکے سے ہارن نے دونوں کی گفتگو توڑ

ڈالی -

0

چند لمحے بعد رومائسہ اور سرباز لوکل بس کی دوسری منزل میں سیٹ نمبر 14 15 پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو یورپ کے کسی ہوائی جہاز کا منظر پیش کر رہی تھی -

کی سپیڈ سے جانے والی یہ لوکل بس ایسی محسوس ہو رہی تھی 120 جیسا کہ اپنی جگہ منجمد کھڑی ہو -

رومائسہ نور شیشے کی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ اور مسلسل کچھ لکھ رہی تھی۔ سر پر دوپٹہ تو تھا مگر تین چار بال اُسے لکھتے وقت تنگ ضرور کرتی تھی -

ساتھ بیٹھنے پر سرباز احساسات کے جس سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اثرات اُس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہے تھے۔ خیالوں کی دنیا میں

مگن تھا۔ کہ رومائسہ نے مسکرا کر گہنی ماری اور پوچھا اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔

اتنی بے تکلفی دیکھ کر سرباز کی بھی مسکراہٹ نکلی اور کہا کہ رومائسہ صاحبہ اب ہم سب سے پہلے بینک کی طرف جا رہے ہیں۔ تاکہ وہاں کسی سے بینکاری کے بارے میں معلومات لے لیں۔

رومائسہ نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ ویسے شاعری کے بارے میں تو تم جانتے ہوں گے لیکن شاعری کس موضوع والی پسند کرتے ہو؟

پہلے تو جیسے بھی پسند کرتا تھا لیکن اب شاید رومانوی شاعری پسند کروں سرباز نے شرارتی لہجے میں کہا۔

اب کیوں رومائسہ نے حیرت سے پوچھا۔

کہا تم سے جو اب ملا ہوں سرباز نے بیباکی سے پوچھا۔

رومائسہ شرما کر مسکرائی اور ایک دفعہ پھر وہی سوال دہرایا -

سریاز نے کہا دراصل شاعری کا کوئی موضوع نہیں ہوتا شاعری کا

میدان آجکل بہت وسیع ہو چکا ہے۔ جیسے جیسے دنیا جدید سے جدید

تر ہوتی جا رہی ہے ویسے ویسے شاعری بھی کا میدان بھی وسیع ہوتا

جا رہا ہے -

شاعر بھی اسی ماحول کا انسان ہوتا ہے جس ماحول کا ایک عام آدمی

ہوتا ہے وہ زمانہ اب گزر گیا جہاں دنیا محدود تھی۔ زمینداری ،

کاشتکاری یا بکریاں چرانا یا پھر عشق، معشوقی کرنا۔

آج کل ضروریات اتنی بڑھ گئی کہ بندہ حیران رہتا ہے روزگار کیسے

ڈھونڈوں دفاع کیسے کروں ضروریات کدھر سے پورا کروں دنیا کے ساتھ

کیسے چلوں بچوں کو تعلیم کدھر سے دلوؤں صحت کا خیال کیسے

کروں یا پھر دل کو خوش کیسے رکھوں وغیرہ وغیرہ -

اسی طرح شاعری میں بھی بہت سے موضوعات شامل ہو چکے ہیں۔ آج

کا شاعر بھی آج کی زندگی کے ہر منفی اور مثبت پہلو چھیڑتا رہتا ہے -

اتنے میں لوکل بس بھی مطلوبہ بینک کے سامنے والی بس سٹاف پر

کھڑی ہو کر وہ دونوں آرام سے اترے اور بینک کی طرف روانہ ہوئے

ایک مربع 10 فٹ لمبے چوڑے ہال سے گزر کر سیدھا بینک کے گیٹ پر

پہنچے -

گیٹ پر کھڑے سیکورٹی گارڈ نے سرباز کو چھوڑ کر رومائسہ کو روکھا

اتنے میں سرباز نے آکر اُس کا تعارف کرایا جبکہ رومائسہ نے اپنا

پاسپورٹ ویزہ وغیرہ دکھایا -

تسلی کرنے پر دونوں اندر چلے گئے -

ایک پر سکون ماحول میں پانچ چھ بندے اپنی کمپیوٹر سکرینوں پر
نظریں جمائے بیٹھے ہوئے تھے - جبکہ عام لوگ بالکل نہ ہونے کے برابر
تھے -

رومائسہ نور شہر کی مین برانچ کے اس بڑے بینک میں سوموار کے دن
کوئی رش نہ دیکھنے پر حیران ہو کر سریاز سے کہا یہاں چھٹی ہے یا کیا
وجہ ہے -

اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان نے سریاز اور رومائسہ کو سلام کہا اور
کہنے لگے ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں - سریاز نے تفصیلاً
رومائسہ کے بارے میں بتایا -

نوجوان نے منیجر سے اجازت لے کر دونوں کو ان کے کمرے میں لے گئے

-

منیجر نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو بٹھایا اور چائے پانی

کا پوچھا سرباز نے ایک دفعہ پھر رومائسہ کو منیجر کے ساتھ متعارف

کروایا -

رومائسہ نے منیجر سے مختلف سوالات کئے جس کے جواب میں منیجر

صاحب بولے -

آج سے تیس سال پہلے ہمارا ملک غربت کے ساتھ دست و گریبان تھا .

معاشی حالت بہت کمزور ہو چکی تھی . لوگوں کے پاس دولت تو بہت

تھی مگر اپنی اپنی تجوریوں میں -

عوام مالدار اور حکومت غریب ہوتی جا رہی تھی۔ حالانکہ ملک میں

قابلیت و صلاحیت بہت تھی۔ سائنس بھی ترقی کر رہی تھی۔ مگر

نظام پھر بھی صحیح نہیں چل رہا تھا۔

اُس وقت کے حکومت نے ایک طریقہ اختیار کیا جو کامیاب ہو گیا۔

رومئسہ ہاتھ میں آڈیو ریکارڈ تھامے منیجر سے معلومات لے رہی تھی۔

اور یہاں سریاز غور سے رومئسہ کے حسن کا جائزہ لے رہا تھا

منیجر صاحب دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے کافی تفصیل سے بتا رہا تھا۔ کہ

پھر حکومت نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اکاؤنٹ کھولے۔ اگر پانچ

چھ مہینوں تک کسی نے اکاؤنٹ نہیں کھولا تو چھٹے مہینے میں اس کو

کوئی نقدی نہیں ملے گی۔

اکاؤنٹ کواتنا ضروری کیا جیسا کہ نیشنل کارڈ یا قومی شناختی کارڈ .
اکاؤنٹ کو ہر آدمی کیلئے خود کے استعمال کا بنا دیا یعنی اتنا آسان بنا
دیا کہ ہر آدمی خود استعمال کر سکتا تھا۔ اول تو موبائل کے ذریعے ورنہ
ہر گلی محلے مارکیٹوں دکانوں سکولوں یونیورسٹیوں ہسپتالوں حتیٰ کہ
دور پہاڑوں میں بھی ایک ایک دو دو گھروں کے لیے بھی اے ٹی ایم کی
طرح بوتھ لگا لیے۔ اور اس کے ساتھ ایک ایک بندے کو بھی بھرتی کروا
کر بٹھا لیا تاکہ اگر کسی کو سمجھ نہ آئے تو اس کی رہنمائی کرے تاکہ
کسی کو بھی تکلیف نہ ہو۔

سال سے کم بچوں کے لئے جس کا ابھی تک قومی کارڈ یا اکاؤنٹ نہیں 18
بنتا اور ان کو پیسوں کی ضرورت پڑتی تو اس کے لیے لوکل اکاؤنٹ کا
بندوبست کروا کر اس اکاؤنٹ کے تعلق کو ماں باپ بھائی بہن دادا

دادی نانا نانی ماما ممانی وغیرہ کے اکاونٹ تک محدود رکھا تاکہ اگر کوئی بچہ اپنا جیب خرچ مانگے تو اپنے ہی لوگ اپنے ہی اکاونٹ سے بچوں کے اکاونٹ میں پیسہ منتقل کر سکے۔

اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بچوں کو کوئی کسی بھی غلط کام کیلئے لالچ نہیں دے سکے گا۔ کیونکہ کسی اور کے اکاونٹ سے اس کے اکاونٹ میں پیسہ جانے کا کوئی بھی طریقہ موجود نہیں رکھا۔

دکانوں ہوٹلوں بسوں ایئر لائن ریلوے یا جہاں جہاں خرید و فروخت کا کام ہوتا ہے۔ وہاں وہاں بوتھ سسٹم کو موجود رکھا۔

بس چیز لے لو اور پیسے اپنی اکاونٹ سے اس کے اکاونٹ میں بھیج دو چیز چاہے ایک روپے کی ہو چھاپے لاکھوں کی ہو کرایہ اور مزدوری کا بھی یہی طریقہ کیا مطلب پیسہ جیب کے بجائے بینکوں میں آگیا۔

صرف شادی شدہ عورت کو پانچ ہزار سے دس ہزار تک کی رقم ماہانہ

اپنی جیب میں رکھنے کی سہولت دے دی۔ تاکہ وہ بچے جو بہت چھوٹے

ہوں انٹرنیٹ موبائل اور اکاؤنٹ کی سمجھ نہ رکھ سکتے ہوں اور

بچگانہ کھانے کی یا دوسری اشیاء لینی ہوں تو اُس بچوں کو نقدی دینے

اور دکان سے اشیاء لینے کے لیے استعمال ہو مگر دکاندار بھی روزانہ کی

بنیاد پر وہی پیسہ بینک میں جا کر اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں نے ایک اور سسٹم بھی متعارف

کروایا وہ یہ کہ انٹرنیٹ جو کہ پوری دنیا کا مشترکہ ہے اور اکاؤنٹ بھی

۔ اس انٹرنیٹ کا ایک حصہ ہے

تو دنیا میں اُسے چور بھی موجود تھے۔ بلکہ اب بھی دنیا کے دوسرے

ممالک میں موجود ہیں جو انٹرنیٹ کے ذریعے اکاؤنٹوں سے پیسہ چوری

کرتے ہیں سائنسدانوں نے ایسا ایک سسٹم بنایا کہ انٹرنیٹ اکاؤنٹ

سسٹم کو اپنے ملک تک ہی محدود کیا یعنی دنیا سے علیحدہ ایک

انٹرنیٹ بچھا دیا جس میں اپنے ہی ملک کے اکاؤنٹ یا پیسوں سے

متعلق جو بھی کام ہو وہ اس سسٹم میں ڈال دئے تاکہ کسی اور ملک

کے چور کا ہمارے ملک کی دولت تک رسائی نہ ہو۔

صرف کاروباری ادارے جو ملکی سطح پر دنیا کے ساتھ کاروبار کرتے

ہیں۔ اُن کیلئے اسپیشل اکاؤنٹس بنوائے جس کے ذریعے وہ اپنا کام چلائیں

گے۔

دوسری یہ کہ ضلعی سطح پر مخصوص جگہوں میں ایک آدھ بوتھ

کھول دیے تاکہ کوئی باہر کے ملکوں میں کام کرے تو وہ اپنے گھر

پیسہ بھیج سکے یا اُن کو بھیج سکے۔

مطلوبہ جگہیں یعنی بوتھ جس سے پیسہ ملک سے باہر آتا جاتا رہتا ہے اُس میں ایسے سسٹم لگا لیے کہ جب کوئی باہر پیسہ بھیجے تو اس کی اطلاع براہ راست حکومت کو ملے حکومت پھر اس کی تفتیش کرے کہ آدمی پیسہ باہر کیوں بھیجتا ہے۔ اور جس کو بھیجتا ہے وہ کیا کام کرتا ہے۔ ملک سے کوئی پیسہ چوری کا کام تو نہیں ہو رہا یا باہر کے ملکوں میں کوئی جمع واری تو نہیں کرتھا اس طرح کرپشن کی بھی روک تھام کی -

اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے ایک اور کام بھی کیا وہ یہ کہ کوئی سرکاری آدمی جو کسی سرکاری دورے یا کسی سرکاری کام سے باہر ہو اس کے علاوہ کوئی بھی باہر کے ملک میں ہو مزدوری کرے یا تجارت کرے یا پھر کوئی نوکری کرے اور اس کی کمائی پانچ چھ مہینوں میں

اپنے ملک نہیں آتی تو اُن لوگوں کی نیشنلٹی ختم ہوگی یعنی ملک سے اگلا پچھلا سارا ریکارڈ ختم ہوگا -

اس کے بعد ہر سرکاری آدمی جو گریڈ ایک سے گریڈ 16 تک کا ہو اس کا بینک بیلنس دو کروڑ تک محدود رکھا اگر دو کروڑ سے جس کا بینک بیلنس بڑھ تو حکومت اُس پر نظر رکھے گی مناسب سمجھے تو چار کروڑ تک اجازت دے سکے گی -

گریڈ 16 سے اوپر والے لوگوں کا بینک بیلنس چار کروڑ تک محدود د کیا کیونکہ اُس وقت ملک کے صدر کا اپنا بینک بیلنس بھی دو کروڑ ستر لاکھ تھا تو جس کا بینک بیلنس چار کروڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ اوپر والا رقم آٹومیٹکی سرکاری خزانے میں منتقل ہوگی چار کروڑ سے کم رقم فرد کی ذاتی سمجھی جائے گی -

سول لوگ جو ذاتی کاروبار وغیرہ کرتے ہیں۔ اُس کا بھی چار کروڑ تک بینک بیلنس ہوگا اگر کاروبار بڑھائے گا تو حکومت سے اسپیشل منظوری لے گا حکومت اس کا کاروبار چیک کر کے منظوری دے سکے گا۔

پورے ملک کا پیسہ بینک میں آجائے گا۔ اسی طرح کوئی زیادہ دولت کی وجہ سے پریشان نہ ہوگا۔ اور دولت بھی چور ڈاکوؤں سے محفوظ رہے گی اور ملک بھی باہر سے قرضہ لینے کے لئے مجبور نہ ہوگا۔

یہ سارا کام چھ مہینوں کے اندر اندر مکمل ہوا۔ اور باقاعدہ نظام تبدیل ہوا تو آج اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک غربت سے نکل چکی ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

رومائسہ اور سریاز نے یہ تفصیلی گفتگو سن کر رخصت مانگی اور

ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ رومائسہ کی نظر سامنے پٹوارخانے والے بورڈ پر پڑی اُس نے سرباز سے کہا میں چاہتی ہوں کہ یہاں کی زمینوں کی نظام کو بھی دیکھوں ویسے بھی پٹوار خانہ نزدیک ہے -

سرباز سامنے بورڈ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور وہ دونوں پٹوارخانے کی طرف روانہ ہوئے -

یہاں بھی بڑا پرسکون ماحول ملا بڑے بڑے رجسٹروں کی بجائے کمپیوٹرائزڈ نظام چل رہا تھا۔ کوئی پانچ چھ لوگ اُن کے ساتھ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو کام کیلئے یہاں آئے ہوئے تھے -

سرباز کی نظر اپنے پُرانے جاننے والے محمد اشتیاق پر پڑی۔ جو قانونگو کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی اپنے کمپیوٹر میں مصروف تھا -

سرباز اور رومائسہ نے جاکر اشتیاق صاحب کو سلام کہا جس پر
اشتیاق صاحب اُٹھ کھڑے ہو کر سرباز سے گلے ملے اور رومائسہ کو سلام
کہا۔

دونوں کو ساتھ والی کرسی پر بٹھایا روایتی حال احوال کے بعد
رومائسہ کے بارے میں جب سرباز سے پوچھا تو رومائسہ نے پہل کر کے
اپنا مکمل تعارف اور مقصد سمجھایا۔

قانونگو صاحب نے خوش ہو کر داد دی اور تعاون کا یقین دلایا۔
سرباز اور اشتیاق کے درمیان گپ شپ کا دور چلنے لگا۔ لیکن رومائسہ
نے بہت جلد یہ سلسلہ توڑ کر کہا کہ صاحب جی میں چاہتی ہوں کہ
آپ مجھے بتائیں کہ یہاں پر زمینوں کا نظام کیسے چل رہا ہے۔

قانونگو صاحب نے اپنے نوکر کو چائے کا آرڈر دے کر رومائسہ کی طرف
دیکھا اور کہنے لگے -

ایک وقت تھا جب میں کالج میں پڑھ رہا تھا . آج کل تو کالج ختم
ہوچکے ہیں لیکن اُس وقت کالج ہوا کرتے تھے . تو اُس وقت ہمارے ملک
میں ایک برا حال تھا لوگوں کا آپس میں بغض اور حسد انتہا کو پہنچا
ہوا تھا لڑائیاں زوروں پر تھی لوگوں میں دشمنیاں عام ہوگئیں تھی
اور دشمنی کی وجہ اکثر زمین و جائیداد ہوا کرتی تھی . ایک کہتا کہ یہ
زمین میری ہے تو دوسرا کہتا کہ نہیں یہ زمین میری ہے . ادھر کوئی اور
کہتا کہ ہمارا اور فلانے کا خاندان تو ایک ہے پھر ہماری زمین کم کیوں
ہے اور اُس کی زمین زیادہ کیوں ہے -

پہاڑی نالے سے آنے والا یہ پانی ہم زمین میں لگائیں گے . دوسرا کہتا نہیں یہ

ہم لگائیں گے . اسی باتوں پر تو تو میں میں کرتے بات ہاتھا پائی تک

پہنچتی اور ہاتھا پائی سے بندوق تک حتیٰ کہ کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا

اسی طرح دشمنی شروع ہو جاتی اور سالہا سال یہ دشمنیاں چلتی رہتی

اور زمین بنجر پڑی رہتی تھی -

دوسری طرف ایک آدمی کی سینکڑوں کنال زمینیں ہوتی تھی . جو ان

سے نہیں سنبھالی جاسکتی تھیں . یعنی کاشت نہ ہونے کی وجہ سے مالک

زمین اور ملک کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا . کچھ لوگ ایسے تھے جن

کے زمینیں زیادہ تھیں کچھ لوگ ایسے تھے جن کی زمینیں بہت کم تھی

کچھ کے بالکل تھیں ہی نہیں اور کچھ کے تو اپنے گھر بھی نہیں تھے -

پھر اُس وقت کی حکومت نے ایک ایسا کارنامہ کیا جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی -

رومائسہ چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے بولی کونسا کارنامہ ذرا تفصیل سے سمجھائیں گے اشتیاق صاحب ؟

ہوا کچھ یوں رومائسہ جی کہ حکومت نے مُلک کے تمام زمینیں سرکاری بنا دیں۔ یعنی پورے مُلک میں جس کی جتنی زمینیں تھی سب کے سب حکومت نے اپنے قبضے میں لے لیں اور اس اعلان کو عملی جامہ پہنایا کہ اس ملک میں کسی کی بھی ذاتی زمین نہیں ہوگی۔ یہ سب سرکار کا ہوگا اس کے بدلے میں حکومت نے زمین مالکان کو محکمہ زراعت میں نوکریاں دیں ترتیب کچھ یوں تھی کہ جس کی زمین 10 کنال سے 200 کنال تھی اس کو ایک نوکری۔ 200 کنال سے 400

والے کو دو نوکریاں اور 400 سے 600 کنال والے کو تین نوکریاں یعنی ہر دو سو کنال والے مالک کو ایک نوکری دے دی گئی۔

پھر اعلان کیا کہ جو کوئی جتنا زمین کاشت کر سکتا ہے اتنی ہی زمین حکومت اُس آدمی کو دے گی۔ جس کے کمائی سے پانچ فیصد حکومت کو دے گا جبکہ پچانوے فیصد آدمی کا اپنا ہوگا لیکن ملکیت اُس کی نہیں ہوگی بلکہ حکومت کی ہوگی فرد جتنا زمین رکھنا چاہتا ہے رکھ سکتا ہے لیکن شرط یہ ہوگا کہ زمین کو کاشت ضرور کرے گا۔ فرد اپنی مرضی سے جیسے ہی زمینداری کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے لیکن ملکیت اُنکی نہیں ہوگی۔

پھر اس کے بعد لوگوں نے اپنے طاقت کے مطابق زمینیں حکومت سے لی

-

جو زمینیں بچ گئیں اُس کے لیے حکومت نے محکمہ زراعت کو اتنا بڑھایا کہ پورے ملک میں آج محکمہ زراعت سے بڑا کوئی ادارہ نہیں ہے تو وہ زمینیں جو لوگوں سے بچ گئی تھیں یا وہ زمینیں جو پہلے سے غیر آباد تھیں اور وہ علاقے جو ابادیوں سے دور دراز ہونے کی وجہ سے آبادی کا تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ تو محکمہ زراعت کو اُن سب میں پھیلا دیا۔ اور پانی کا بندوبست کر کے آباد کرایا جہاں جہاں پانی کا بہت مشکل سے بھی انتظام ہو سکتا تھا وہ کر دیا لیکن پورے ملک کو آباد کرایا۔ اور آج پورے ملک میں تمہیں ایک کنال کی زمین بھی غیر آباد نہیں ملے گی۔ اور ہاں ایک بات اور وہ یہ کہ حکومت اس بات کی پابند رہے گی کہ ہر وقت ہر دور میں کوئی بھی فرد حکومت سے کاشت کرنے کے لیے زمین

مانگے تو اُن کے خواہش کی مطابق زمین حکومت اُن کو دیگی مندرجہ
بالا شرائط کے تحت -

اُس کے بعد ملک کے ہر آدمی کو حکومت 10 مرلے یعنی آدھ کنال کا
گھر بنا کر دے گی۔ چاہے چھوٹے گاؤں میں ہو چاہے بڑے شہر میں ہو
یہ گھر تاحیات ان کا ہوگا لیکن یہ ملکیت بھی حکومت کی ہوگی۔ وہ
بیج نہیں سکے گا اور اگر کوئی کہیں اور جانا چاہے تو وہاں پر بھی 10
مرلے کی زمین حکومت اُس کو دے گی لیکن دوسری دفعہ بنائے گا فرد
خود یعنی گھر کی زمین حکومت کی اور عمارت بنانے کا خرچہ فرد کا اپنا
یعنی پہلی دفعہ حکومت تیار گھر دے گی جبکہ اس کے بعد مندرجہ
بالا طریقہ -

آج کل گھر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ شادی کے چھ مہینے پہلے
درخواست دینا ہوتا ہے تو شادی کے دن شادی کیساتھ نیا گھر بھی
مل جاتا ہے بے شک اگر تین چار بھائی ماں باپ ایک گھر میں رہیں
لیکن حکومت کا دیا ہوا گھر تا حیات اس کا ہی ہوگا جب چاہے اپنے
گھر میں جا سکے گا باپ کو دیا ہوا گھر بچوں میں سے کسی ایک کو ملے
گا۔

اگر کوئی مرد یا عورت شادی نہ کرے یا خواجہ سرا وغیرہ ہوں تو ان
کو بھی حکومت کی طرف سے گھر ملے گا۔

اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو وہی گھر اُس بیوہ عورت کا ہوگا
اگر دوسری شادی نہ کرے تو۔

اس کے علاوہ پھر دکانوں کے لئے زمین لوگ حکومت سے خود خریدیں گے اور وہ ان کی ملکیت ہوگی وہ دکاندار دکان کی زمین اور دکان بیج بھی سکے گا اور خرید بھی -

رومائسہ نے یہاں پر ایک سوال کیا کہ یہاں تو بڑی بڑی مارکیٹیں ہیں جو میرے اندازے کے مطابق بہت زیادہ مالیت کی ہونگی جبکہ یہاں تو چار کروڑ سے زیادہ بینک بیلنس والا کوئی ہے نہیں ؟

اس پر اشتیاق صاحب بولے کہ تمہاری بات بالک ٹھیک ہے لیکن مارکیٹیں حکومت بنا لیتی ہے پھر اُس میں ایک ایک دکان لوگوں کو بیج دیتی ہے پھر جس کی جتنی استعداد ہو دکانیں خرید لیتا ہے اسی طرح مارکیٹیں لوگوں کے ہی ہیں۔

اب شکر الحمد لله نہ کوئی جھگڑہ ہے نہ کوی دشمنی نہ لالچ اور نہ

کوئی احساس کمتری میں مبتلا ہے کہ میں اس ملک کا باشندہ نہیں

ہوں یا میں کمزور ہوں فلانا طاقتور ہے یا میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے

-

اور سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ پورے ملک کی آمدن جو ذراعت سے

ہوتی ہے ملک کے بقایا آمدنی سے 75 فیصد سے زیادہ ہے -

رومائسہ نے سرباز کیطرف دیکھا اور کہا بہت اچھا ممالک ایسے ہی

چلتے ہیں جہاں کوئی اونچ نیچ نہ ہو اور سب برابر ہوں -

دونوں نے اشتیاق صاحب کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے نکلے -

رومائسہ نے چلتے چلتے سرباز سے پوچھا اب ہم کہاں جا رہے ہیں -

سرباز نے مسکراتے ہوئے سرگھجلا کے کہا کہ اب میں چاہتا ہوں یہاں

نزدیک دس منٹ پر ایک پارک ہے وہاں دس پندرہ منٹ گزار کے ساتھ

والے شہر کے مین ہسپتال میں میرے کلاس فیلو ارشد خان میڈیکل

سٹور میں کام کرتا ہے۔ اُن سے مل لیں گے تاکہ اُن سے محکمہ صحت کے

بارے میں معلومات حاصل کریں -

رومائسہ نے اپنے موبائل فون کو پرس میں رکھ کر اونچے لمبے سینڈلوں

میں برآمدے کے باہر ایک خاص انداز سے چلتے ہوئے کہا چلو -

چند لمحے بعد سرباز اور رومائسہ خوبصورت پھولوں سے گھرے ہوئے

چمن میں لگے ایک پکے بینچ پر بیٹھے ہوئے تھے -

رومائسہ تو اپنی ڈائری پر نظر جمائے گرم گرم سموسے کھا رہی تھی .
جبکہ سرباز ہاتھ میں سموسہ کا ہوتے ہوئے سامنے خوبصورت پھولوں
کو دیکھتا اور سوچتا رہا شاید اپنا خوبصورت مستقبل بنانے کی سوچ
میں تھا شاید رومائسہ کو زندگی کا ہمسفر بنانے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ
اچانک رومائسہ نے کہا -

یار سرباز میں صبح سے ایک بات نوٹ کر رہی ہوں کہ یہاں پر لوگ
سگریٹ نہیں پیتے ابھی تک ایک بھی بندہ سگریٹ پیتے نہیں دیکھا یہ
کیا وجہ ہے -

دیکھو رومائسہ ہمارے ملک میں ان چیزوں پر پابندی ہے . اور آج کل
تو اس کا بالکل رواج ہی ختم ہو گیا ہے -

یار سرباز ذرا تفصیل سے بتائیں نا کہ یہ پہلی دفعہ کیسے ختم ہوا

حالانکہ یہ چیزیں تو پوری دنیا میں ایک رواج اور ایک اسٹائل بن گئی

ہیں -

سرباز رومائسہ کے بالکل قریب ہوتے ہوئے بولے کہ ہمارے ملک میں

دو جرائم ایسے ہیں جس کی سزا کی کسی طرح بھی معافی نہیں ہے مُلک

کا صدر بھی اس کو معاف نہیں کرسکتا حالانکہ صدر تو سزائے موت کو

بھی معاف کروا سکتا -

رومائسہ نے پوچھا تو وہ کون کون سے ہیں -

سرباز کہنے لگے میں نے اپنے دادا جی سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ ایک

دورتھا جو یہ گند ہمارے ملک میں بالکل رواج بن گیا تھا نوجوان نشہ

کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔ پہلے پہلے سگریٹ شروع کرتے پھر

آہستہ آہستہ چرس پینے لگتے اُس کے بعد افیون کے چسکے لیتے پھر
ہیروئن سے اپنے وجود کو تسکین پہنچاتے یا پھر شراب کا عادی بن جاتے -
تو حکومت وقت نے نشہ پر پابندی لگادی پابندی تو پہلے سے موجود
تھی مگر پھر بھی نشہ باز چُپ چہپا کر کام نکال لیتے کیونکہ حکومت
کا دھیان کمزور تھا لیکن اب کی بار حکومت نے ایک نوٹس دیا کہ ایک
مہینے کے بعد اگر کوئی آدمی نشہ بیجتے ہوئے پکڑا گیا پیتے ہوئے نہیں
بیجتے ہوئے تو اُس کو سزائے موت ہوگی -

لہذا ایک مہینے کے اندر جس جس نے نشہ بیچنے والا کام چھوڑ دیا وہ
تو ٹھیک ہے -

اُس کے بعد پھر حکومت نے نظر رکھنا شروع کیا دو تین کوجب پکڑکر
سزائے موت دیدی تو اُس کے بعد سب نے یہ کام چھوڑ دیا یعنی سگریٹ

اور نسوار کے علاوہ چرس افیون ہیروئن اور شراب کے بیچنے والوں کے لیے سزائے موت منظور ہوئی ہمارے مذہب میں تو ویسے بھی شراب حرام ہے مگر ہمارے ساتھ اقلیتیں بھی موجود ہیں ہندو سکھ عیسائی وغیرہ ان کے مذاہب میں حرام نہیں ہے لیکن ان کے ہاں بھی بری سمجھی جاتی ہے۔ یعنی یہ بھی ہمارے ساتھ رہتے ہوئے یہ برائی نہیں کرے گا لہذا سب کا ایک ایک ہی قانون رکھا۔

نشے کی عادی افراد جیسے اب نشہ نہیں ملتا تھا ان لوگوں نے چھوڑ دیا کچھ بیمار ہو گئے اُس کا علاج کرایا گیا اور کچھ غریب تو مر بھی گئے لیکن یہ بُرائی ہمارے ملک میں جڑ سے ختم ہوگی اب ملک اس گند سے پاک ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ نسوار اور سگریٹ بیچنے والے بہت کم کردئے یعنی پورے شہر یا پورے گاؤں میں صرف ایک دکاندار کو لائسنس ملنے لگا پورے شہر یا گاؤں میں صرف وہی دکاندار سگریٹ اور نسوار بیچ سکے گا۔ جس کے پاس لائسنس ہو دوکاندار کسی بچے کو نسوار، سگریٹ نہیں بیچے گا بلکہ سگریٹ اور نسوار کا نشہ کرنے والے کے پاس حکومت کا لائسنس ہوگا فقط وہی بندہ یہ چیزیں خرید سکے گا کیونکہ ہمارے ملک میں ہر کام کرنے کا اپنا لائسنس ہوتا ہے تو اُن کو یہ ہدایت دے دی گئی کہ سرعام کوئی بھی یہ کام نہیں کرے گا بلکہ چھپ چھپا کر کرے گا تاکہ معاشرے پر بُرا اثر نہ پڑے۔

پھر اسی طرح آہستہ آہستہ یہ چیزیں بھی کم ہوتی گئی اور آجکل تو تقریباً ختم ہی ہو چکی ہیں۔

وہ دوسری سزا جس کی معافی کی تلافی ناممکن ہے وہ یہ ہے کہ حکومت نے اسلحہ پر پابندی لگا دی حکومت نے سوچا کہ جب ملک میں عوام کے ساتھ اسلحہ نہیں ہوگا تو کوئی ذاتی دشمنی میں اموات نہیں ہونگے واردات نہیں ہوں گے اور ملکی سلامتی کو فائدہ ہوگا نہ رہے گا بانس نہ بچے گی بانسری ۔

حکومت نے اعلان کیا کہ ایک مہینے کے اندر اندر جس کے ساتھ کسی قسم کا چھوٹا یا بڑا اسلحہ ہے وہ حکومت کے پاس جمع کرا دے حکومت اُن کو اپنی قیمت دے گی جبکہ ایک مہینے کے بعد اگر کسی کے ساتھ کسی قسم کا اسلحہ پکڑا گیا تو اس کو سزائے موت دی جائے گی اسی طرح ایک مہینے کے بعد کچھ لوگوں کو سزائے موت ہوگئی اس کے بعد ملک خود بخود ان چیزوں سے پاک صاف ہو گیا ۔

اب ملک میں کسی کو بھی کسی قسم کا لائسنس نہیں ملتا ملک میں لائسنس شدہ اور غیر لائسنس شدہ اسلحہ بند ہو گیا ہے کیونکہ پہلے پہلے اکثر بڑے لوگوں کے ساتھ ہتھیار کے لائسنس ہوا کرتے تھے اور اپنے ساتھ گارڈ پھراتے رہتے تھے لیکن اب یہ سب کچھ نہیں ہے۔

مگر آج کل اس سزائے موت کو کچھ کم کیا ہوا ہے یعنی اس دو جرائم میں ملوث لوگوں کو 20 سال قید بامشقت اور 50 لاکھ جرمانے کا قانون بنایا ہے۔

اب شکر الحمد للہ پورا ملک اس گندگی سے پاک ہے اس کے ساتھ دونوں اٹھ کھڑے ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

کچھ لمحے بعد سریاز رومائسہ اور ارشد خان ایک بڑے میڈیکل سٹور

کے اوپر کمرے میں شیشے والی کھڑکی کی طرف بیٹھے ہوئے تھے جہاں

سے بازار کا نظارہ بھی با آسانی ہو سکتا تھا سلیمانی چائے اور بسکٹ سے

خاطر تواضع کے ساتھ ساتھ سریاز اور ارشد کی گپ شپ میں

رومائسہ بھی برابر کا حصہ لے رہی تھی -

رومائسہ کے مقصد کے مطابق ارشد نے اپنے مالک دکان فضل الرحیم

صاحب کو جو تقریباً ساٹھ ستر سال کا سفید ریش شفیق انسان تھے

اوپر لے آیا -

روایتی تعارف کے بعد باقاعدہ بات چیت شروع ہوئی جبکہ ارشد نیچے

جا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے -

رومائسہ کے مختلف سوالات کے جواب میں فضل الرحیم صاحب
بولے کہ -

بیٹی ایک زمانہ تھا یعنی آج سے تیس پینتیس سال پہلے کہ جب کوئی
مریض کسی ہسپتال میں جاتا تو اول تو وہاں ڈاکٹر بہت مشکل سے
ملتے اور اگر مل بھی جاتے تو وہ سہولیات وہاں میسر نہ ہوتیں جو ڈاکٹر
کو مریض کے علاج کے لیے درکار ہوتی ہے تو اسوجہ سے ڈاکٹروں نے اپنے
ذاتی کلینیک بنا رکھے تھے جہاں وہ ہسپتال ٹائم کے بعد اپنا کام کرتے
تھے اور وہ سہولیات بھی اپنے ذاتی خرچے سے لا کر رکھی تھیں جو ڈاکٹر
کو مریض کے علاج کیلئے درکار ہوتی ہے -

تو لوگ سرکاری ہسپتالوں کی بجائے سول کلینکوں کی طرف مائل ہو گئے
لیکن وہاں غریب لوگوں کا خانہ خراب ہو جاتا تھا کیونکہ وہاں پر

علاج بڑا مہنگا ہوتا اور غریبوں کے پاس اتنا پیسہ ہوتا نہیں تھا تو

مجبوراً یا تو مریض والے قرض اٹھاتے یا پھر مریض مر جاتا قرض اٹھانے

والے کی پوری زندگی قرض جکاتے جکاتے گزر جاتی -

مُلک چونکہ اُس وقت بہت غریب تھا یہ سب سہولیات اور مشینری

جو محکمہ صحت کو درکار تھی مہیا نہیں کر سکتی تھی تو حکومت

نے ایک اہم فیصلہ کیا وہ یہ کہ صدر صاحب نے کہا کہ ہم دو سال

قربانی دیں گے تب دو بنیادی سہولیات حاصل کر سکیں گے ایک

صحت اور دوسری تعلیم تو پہلے سال پورے ملک کا بجٹ سرکاری

ملازمین کی تنخواہوں کے علاوہ محکمہ صحت کو دے دیا یعنی کسی

کام کو آگے نہیں بڑھایا صرف اور صرف محکمہ صحت ہسپتالوں

ڈاکٹروں اور مشینیں وغیرہ کو پوری کی پوری ترجیح دی جبکہ دوسرے

سال پورا بجٹ محکمہ تعلیم پر قربان کیا اس کے بعد حکومت وقت

نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ڈاکٹر اپنا ذاتی کلینک نہیں چلائے گا تمام

ڈاکٹر ہسپتال ہی میں اپنی ڈیوٹی سر انجام دیں گے اور جو ڈاکٹر اپنی

ڈیوٹی کے علاوہ ڈیوٹی کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی ہسپتال ہی میں کام

کرے گا جبکہ حکومت اس کو اور ٹائم کے علیحدہ پیسے دے گی۔

حکومت نے ڈاکٹروں کا سٹاف بڑھا دیا اور ہسپتالوں کو 24 گھنٹوں کے

لئے کھول دیا باہر کے ملکوں سے وہ مشینری اور وہ تمام سہولیات

خرید کر لائے جو ایک ہسپتال میں ہونی چاہیے۔

ادھر ہر شہر سے مختلف ڈاکٹروں کو اچھے سے اچھا ڈاکٹر بنانے کے لیے

باہر کے ملکوں کو بھیج دیے تاکہ وہ بہترین ٹریننگ کر کے واپس آئیں اور

ملک کی خدمت کر سکیں وہی ڈاکٹر کچھ سالوں کے بعد آگئے تو

انہوں نے یہاں کام بھی شروع کیا اور ساتھ ساتھ دوسرے ڈاکٹروں کو ٹریننگ دینا بھی شروع کر دی۔

اور پھر ایسا وقت بھی آگیا کہ ملک کے تمام ڈاکٹر اعلیٰ ڈاکٹر بن گئے اور تمام ہسپتال اعلیٰ، بہترین ہسپتال بن گئے۔

ویسے تو ملک میں ہسپتال کافی تھے مگر پھر بھی ہسپتالوں کی تعداد اتنی بڑھائی کہ شہر تو شہر چھوٹے سے چھوٹے دیہاتوں میں بھی ہسپتال بنائے۔

آجکل ملک کا غریب ترین شخص اور ملک کا صدر ایک ہی ہسپتال میں علاج کرتے ہیں کسی کو بھی علاج کروانے کے لیے ملک سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی یعنی جو علاج باہر کے ملکوں میں ہوتا ہے

اُس سے اچھا علاج یہاں عام ہسپتال میں ہوتا ہے بلکہ باہر سے بھی

لوگ یہاں علاج کیلئے آتے ہیں -

رومائسہ نے کہا کہ محترم تو آجکل ہسپتالوں میں رش بھی اُسی طرح

ہے یا کوئی کم ہوئی ہے -

رومائسہ صاحبہ آج کل تو بہت کنٹرول ہے اول تو ہسپتال زیادہ

ہوگئے دوسری یہ کہ حکومت نے وہ تمام اشیاء جو کھانے پینے میں

استعمال ہوتی ہے اُس پر نظر رکھنا شروع کیا جو چیزیں باعثِ

بیماری بنتی تھیں اُن کو بند کر دیا جیسا کہ برٹلر مرغی جیسے دودھ

والی چائے جیسے سوکھے مصالحہ جات جیسے وہ مشروبات جو گیس

بناتی ہے پیپسی ڈیو کوکاکولا وغیرہ جیسے چھوٹے بچوں کی خوراک کی

اشیاء جو بہت کڑوی اور بہت میھٹی ہوتی ہے اور معدے کو نقصان پہنچاتی ہے ان سب چیزوں کو بند کر دیا ۔

دوسری طرف موٹر سائیکل اور گاڑی نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت ورزش بھی عام ہوگئی تو اس وجہ سے بھی بیماریاں بہت کم ہو چکی ہیں ۔

اور آج کل تو سائنس نے اتنی ترقی کی ہوئی ہے کہ ہر ہسپتال میں اے ٹی ایم مشین کی طرح ہر بیماری کی علیحدہ علیحدہ مشین بوتھ رکھے ہوئے ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی مریض کو بخار ہے تو وہ خود بخود اُس مشین بوتھ کے اندر جا کر اپنا نبض دکھاتا ہے وہاں سے ہرچی نکل آتی ہے اگر خون ٹیسٹ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بھی وہاں انتظام ہے یعنی اپنا ہاتھ وہاں رکھے ہوئے ایک مخصوص مشین پر رکھتا ہے مشن

کے ذریعے سے خون نکال دیا جاتا ہے اور وہیں پر ٹیسٹ بھی ہو جاتا ہے

اور دو منٹ میں ایک پرچی نکل آتی ہے اس میں سب کچھ یعنی

بیماری بھی لکھی ہوتی ہے اور ساتھ دوائی بھی پھر مریض صرف

دوائی میڈیکل سٹور سے وصول کر لیتا ہے -

بلکہ بیماریوں کو معلوم کرنے کے لیے تو آجکل اپنا ایک کٹ ملتا ہے جو

ہر گھر میں اور غالباً ہر جیب میں موجود ہوتا رہتا ہے ہر آدمی اپنا

چھوٹا موٹا چیک اپ خود کر سکتا ہے جیسا کہ ٹمپریچر چیک کرنا بلڈ

پریشر چیک کرنا خون ٹیسٹ کرنا یہاں تک کہ ٹیکہ بھی آجکل ہر

کوئی خود لگا سکتا ہے -

اس طرح چھوٹے موٹے بیماریوں کا تو علاج ہو ہی جاتا ہے ڈاکٹر

حضرات صرف آپریشن وغیرہ یا بہت سیریس مریضوں کا علاج کرتے

ہیں اور اکثر آپریشن تو روبروٹوں کے ذریعے سے ہی کرتے ہیں ڈاکٹر صرف نگرانی کرتے ہیں زیادہ تر تو لیزر شعاعوں اور مشینوں سے سرانجام ہوتے ہیں یہ چیر پھاڑ کا کام بہت کم ہو چکا ہے -

رومائسہ نے یہاں ایک سوال کیا کہ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ ہر کوئی اپنا چیک اپ خود کرتے ہیں تو یہ سب لوگ سب کچھ جانتے بھی ہیں ؟

جی ہاں رومائسہ جی سکولوں میں باقائدہ ایک پیریڈ ہوتا ہے جس میں میڈیکل کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے اسی طرح ملک کا ہر آدمی اتنا جانتا ہے کہ چیک اپ کیسے ہوتا ہے اور اگر کوئی نہیں بھی جانتا تو اس مشین بوتھوں کے ساتھ جو اے ٹی ایم کی طرح بنے ہیں ایک ڈاکٹر بھی موجود رہتا ہے رہنمائی کے لیے -

دوسری ضروری اور خاص بات یہ ہے کہ علاج بالکل مفت ہے کسی کو بھی کسی قسم کی بیماری کے لیے پریشانی نہیں ہوتی ہے۔

رومئسہ نے پوچھا چچا جان پھر ملک اتنے ڈاکٹروں کو تنخواہیں اور یہ

دوائیاں جو مریضوں کو مفت میں دیتے ہیں یہ بوجھ اٹھا سکتی ہے؟

اس پر فضل الرحیم صاحب بولے کہ اس کے لیے بھی حکومت نے

انتظام کر رکھا ہے اس پر حکومت کا ایک روپے کا بھی خرچہ نہیں ہوتا

-

وہ ایسا کہ صحت اور تعلیم ہر کسی کی ضرورت ہے اس کیلئے

حکومت ملک کے تمام لوگوں سے ماہانہ پچاس روپے ٹیکس لیتا ہے

جس میں 25 روپیہ صحت اور 25 روپے تعلیم کیلئے ہوتے ہیں جس کو

صحت و تعلیم ٹیکس کہتے ہیں تو تنخواہیں تو حکومت اپنے حساب

سے دیتے ہیں جبکہ اس ٹیکس کے پیسوں سے دوائیاں اور مشینری خریدتے ہیں جو کہ عوام کی استعمال کیلئے ہوتے ہیں -

یہی طریقہ محکمہ تعلیم کا بھی ہے یعنی ٹیکس کے پیسوں سے کتابیں وغیرہ مہیا کرتے ہیں جبکہ تنخواہیں حکومت اپنے حساب سے دیتے ہیں -

یہ ٹیکس تب شروع ہوتا ہے جب شناختی کارڈ بن جاتا ہے یعنی بچوں سے یہ ٹیکس نہیں لیا جاتا اسی طرح حکومت پر کوئی بوجھ نہیں رہتا -

اسی بات چیت کے دوران سرباز نے اپنے پروفیسر دوست اے کے خان کو کال ملا کر آنے کی خواہش ظاہر کی تو اے کے خان نے خوش ہو کر جلد آنے کا کہا اور ساتھ کھانے کی دعوت بھی دی -

سرباز اور رومائسہ نے ارشد شاداب اور فضل رحیم سے اجازت لی اور

وہاں سے روانہ ہوئے -

0

⁰ رومائسہ اور سریاز ایک دفعہ پھر لوکل بس میں بیٹھے ہوئے تھے

کیونکہ ان کو یونیورسٹی نمبر 4 میں جانا تھا جو شہر سے تھوڑی باہر

تھی جہاں ان کا دوست پروفیسر اے کے خان اس کے انتظار میں تھی -

لوکل بس تقریباً 70 کی سپیڈ میں رواں دواں تھی ہلکی ہلکی پشتو

موسیقی بھی سریاز کے جذبات کو تقویت دے رہی تھی ابھی وہ کچھ

کہنے ہی والے تھے کہ رومائسہ نے سوال کیا کہ یہاں روزگار کا کیا سسٹم

ہے ہمارے ملک میں تو کبھی کبھار لوگ روزگار کا غم پیٹتے رہتے ہیں -

سریاز مسکرایا شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ رومائسہ اُسے موقع نہیں دے

پا رہی کہ وہ دل کی بات ان سے کہے -

ایک لمبی سانس لیتے ہوئے سریاز بولے -

روزگار کا ہمارے ملک میں کوئی مسئلہ نہیں ہے ایک دور تھا جب ہمارے ملک میں روزگار کا بہت بڑا مسئلہ تھا آبادی بڑھتی جا رہی تھی اور روزگار کا کوئی طریقہ نہیں تھا لوگ پریشان حال تھے کہ ضروریات کے اس بڑھتے ہوئے وقت میں گھروں کو کیسے چلائیں۔

آخر کار حکومت کو ایک سراغ مل ہی گیا سب سے پہلے حکومت نے سرکاری ملازمین کے سروس کا دورانیہ کم کر دیا تاکہ جلدی جلدی وکنسیاں خالی ہوتی رہیں یعنی پہلے سرکاری ملازمین کی سروس کا دورانیہ بہت زیادہ ہوتا تھا لوگ اپنے اپنے نوکریوں میں بوڑھے ہو جاتے تھے اور کبھی کبھار تو سروس کرتے کرتے اللہ کو پیارے بھی ہو جاتے پھر فوج اور نیم فوجی اداروں کے سروس کا دورانیہ کچھ یوں کر یا۔

سپاہی اور لانس نائک - 12 سال

نائب اور حولدار - 14 سال

نائب صوبیدار - 17 سال

صوبیدار - 20 سال

صوبیدار میجر - 24 سال

اور افسروں کی ترتیب کچھ یوں بنائی

کیپٹن اور میجر - 15 سال

لفٹننٹ کرنل - 18 سال

فُل کرنل - 21 سال

برگیڈیر - 24 سال

میجر جنرل - 27 سال

لِفٹیننٹ جنرل - 30 سال

فُل جنرل - 33 سال

فوج سربراہ - 36 سال

چونکہ فوج کی نوکری بقایا نوکریوں سے سخت ہوتی ہے اس نوکری میں صحت کا ٹھیک رہنا بہت ضروری ہوتا ہے اور حوصلہ ، جذبہ بھی جوان رکھنا پڑتا ہے کیونکہ فوج کو لڑنا ہوتا ہے اور لڑائی جوانوں کا کام ہے نہ کہ بوڑھوں کا ۔

اس حساب سے ملک کو ایک نوجوان فوج بھی مل گئی اور بے روزگاری

کے خاتمے کو بھی ایک پلیٹ فارم مل گیا یعنی ایک آدمی 18 سال

سروس کرتا تو اُس کے پیچھے آنے والا بھی اٹھارہ سال انتظار کرتا اب

جبکہ بارہ سال سروس کرنے والے کے پیچھے والے کو فقط بارہ سال انتظار کرنا ہوتا ہے -

دوسری طرف پنشنر صاحبان نقدی ملنے پر کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دیتے ہیں یعنی ایک کے جانے سے دو بندوں کو روزگار مل جاتا ہے -

اسی طرح سول ملازمین کے عرصے کو بھی کم کر دیا گریڈ ایک سے گریڈ 16 تک کے تمام ملازمین کو 18 سال پر ریٹائر کیا جا رہا ہے جبکہ گریڈ 16 سے اوپر والے ملازمین کو 25 سال پر پنشن ملتا ہے -

وہ 60 سال والا سسٹم بھی ختم کر دیا مندرجہ بالا سروس کرنے کے بعد ریٹائرمنٹ ضروری قرار دے دی اور وہ اپنے مرضی والا سسٹم بھی ختم کر دیا یعنی اس سے پہلے سول محکموں میں لوگ اپنے مرضی سے

سروس کر سکتے تھے - صرف محکمہ زراعت میں باپ کی جگہ بیٹے کو ساٹھ سال کے بعد نوکری مل سکتی ہے وہ بھی اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنی زمینیں قربان کی ہوں -

صرف محکمہ تعلیم کے اساتذہ اور پروفیسر کو اپنی جگہ برقرار چھوڑا یعنی وہ 60 سال تک نوکری کر سکتا ہے وہ اس لئے کہ اس کے پاس علم ہوتا ہے اور علم دوسرے کو منتقل کرنے سے بڑھتا ہے تو زیادہ بڑھنے سے زیادہ تجربہ ہوتا ہے جتنا سنر اُستاد ہوگا طالب علم کو اتنا اچھا ہی سمجھائے گا تو رومائسہ نور صاحبہ تم نے روزگار کے بارے میں پوچھا تھا روزگا کا ہمارے ملک میں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ ہمارا زیادہ سے زیادہ روزگار تو محکمہ زراعت سے ہی مہیا ہوتا ہے -

ادھر ایک بات اور یاد آگئی کہ حکومت نے ایک اور اچھا کام کیا وہ یہ کہ ملک کے اندرونی واردات ، معاملات کو کنٹرول کرنا پولیس کا کام ہوتا ہے جبکہ پولیس ہمیشہ ناکام رہتی تھی اور اکثر فوج کو وہاں جانا پڑتا تھا پولیس کی اس ناکامیوں کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ پولیس لوکل تھی یعنی پولیس اور مجرم ایک ہی گاؤں شہر یا پھر ضلع کے ہوتے تھے اس لیے پولیس مجرم سے کتراتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مجرم کو پکڑوں اور بعد میں وہ مجھے نقصان پہنچائے یعنی ذاتی دشمنی سے ڈرتے تھے یا اپنے ضلع کے بڑے بڑے دولتمند چودھری وڈیروں یا ملکوں کے دباؤ میں آکر ایمانداری نہیں کر پاتے ۔

تو اس صورتِ حال کو دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ پولیس کے چھوٹے کانسٹیبل سے لیکر بڑے سے بڑے آفیسر تک کو پورے ملک میں

پھیلا دیئے اور حکم جاری کیا کہ کسی بھی پولیس والے کی نوکری اپنے ضلع میں نہیں ہوگی بلکہ فوج کی طرح ملک میں اپنے ضلع سے دور اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دیے گی۔

تو شکر الحمد للہ آج پولیس بہت طاقتور ہو چکی ہے اب پورے ملک میں پولیس کی ایسی کوئی کاروائی نہیں جہاں پولیس ناکام ہوگی ہو اور فوج ملک کے اندر خطرات سے بے غم ملکی سرحدات پر سرحدوں کے دفاع کر رہے ہیں وقتاً فوقتاً جنگی مشقیں کر رہے ہیں اور نئے نئے ہتھیاروں پر تجربات کر رہے ہیں۔

ہماری گفتگو ابھی جاری تھی کہ بس یونیورسٹی والے بس سٹاپ پر رُکی

-

لوکل بس سے اترنے کے بعد موبائل پر رابطہ ہونے کی وجہ سے اے کے صاحب پہلے سے ہی یونیورسٹی کے گیٹ پر موجود تھے ایک دوسرے کو دیکھ کر گلے مل گئے اور مین گیٹ کو پار کرتے ہوئے یونیورسٹی میں سڑک کے ساتھ فٹ پاتھ پر روانہ ہوئے۔

پیلے کپڑوں کے اوپر کالی جیکٹ پہنے ہوئے اونچے اونچے سینڈلوں میں رومائسہ کی اندازِ روانی سرباز سے کچھ کہلوا رہی تھی مگر اے کے صاحب یہ موقع ہاتھ دینے والا نہیں تھا کیونکہ اُس نے سرباز کو مسلسل سوال و جواب میں مصروف اپنے ڈیپارٹمنٹ تک پہنچایا۔

چونکہ پروفیسر اے کے صاحب پشتو کے پروفیسر تھے اسی لیے وہ تینوں پشتو ڈیپارٹمنٹ میں اے کے صاحب کے آفس میں محوِ گفتگو تھے۔

یہ میرے پشتو کے پروفیسر ہیں جو میرے رشتہ دار بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ میرے بہت اچھے دوست بھی ہیں اور میں نے یہاں سے ہی پشتو میں ماسٹر کیا ہے سرباز نے رومائسہ کو اپنے میزبان کے بارے میں بتایا۔

لیکن رومائسہ کے ذہن میں قسما قسم سوالات گردش کر رہے تھے کیونکہ اس کو پتہ تھا کہ اُن کی رہنمائی یہاں سے زیادہ کہیں پر بھی نہیں ہوسکتی اور سرباز کا محدود ساتھ بھی اُس کے ذہن میں تھا۔ کیونکہ شام کو اُس نے چھوڑ کر گاؤں بھی جانا تھا۔

رومائسہ نے پروفیسر صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ سر ابھی جب ہم آ رہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ پوری یونیورسٹی میں کوئی

لڑکی نہیں دیکھی اور نہ ہی کوئی بندہ پینٹ پتلون میں دیکھا کیا لڑکے

اور لڑکیوں کیلئے کوئی سپیشل دن مقرر ہے یا کیا وجہ ہے -

اے کے صاحب رومائسہ کے مقصد کی مطابقت تفصیلاً کہنے لگے کہ ایک

وقت تھا جب پورے ملک کی طرح تعلیم کا نظام بھی کوئی اور تھا لڑکے

اور لڑکیاں اکھٹے کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھتے تھے کالج اور

یونیورسٹیوں میں پڑھنے والوں کی عمر جوانی اور نادانی کی ہوتی ہے

اسی عمر میں خطائیں ہوتی رہتی ہیں ایسے بہت سے واقعات رونما

ہوئے جو اسلام اور مشرقی کلچر میں ناجائز ہیں بہت سے شریف اور

عزت دار لوگوں نے لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم بند کر دی اور اسی طرح اکثر

لڑکیاں تعلیم سے محروم ہونے لگیں -

ایسے میں حکومت نے ایک اجلاس بلایا جس میں علمائے کرام اور محکمہ تعلیم کے دانشور لوگوں کو مدعو کیا جس میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم اور مکمل تعلیم کو بہترین بنانے پر غور، فکر کو کہا۔

اجلاس ایک کمیٹی کی شکل اختیار کر گیا اور ایک مہینے تک طول پکڑا مہینے کے بعد جو نتیجہ نکلا اسی کو عملی جامہ پہنایا تو آج شکر الحمد للہ پورا ملک ڈاکٹروں سائنسدانوں انجینئروں اور علماء کرام سے بھرا پڑا ہے۔

رومائسہ نے اُس نتیجے کے بارے میں پوچھا تو اے کے صاحب کہنے لگے

-

کہ کچھ ترتیبات بنائیں کچھ اضافات کرائے اور کچھ چیزوں کو کم، زیادہ کر دیا سب سے پہلے مضامین مقرر کیے اور ان کو یہ ترتیب دے دیا

-

پہلی کلاس سے لیکر دسویں کلاس تک آٹھ پیریڈ ہونگے اور ایک پیر کا

دورانیہ چالیس منٹ ہوگا یہ ترتیب پہلے بھی اسی طرح تھی لیکن

طریقہ کچھ یوں بنایا کہ -

پہلا پیریڈ قرآن پاک کے ناظرے کا ہوگا اور یہ ساتویں کلاس تک 1

ہوگا یعنی ایک بچہ کچی پکی سے لے کر ساتویں تک قرآن پاک ختم

کرے گا ساتھویں کے بعد آٹھویں نویں اور دسویں یعنی اگلے تین سال

اسی پیریڈ میں سورہ یسن سورہ رحمان سورہ واقعہ سورہ تبارک الذی

وغیرہ اور آخری سیپارے کا حفظ کرے گا یہ پیریڈ پہلا پیریڈ اس لیے

رکھا تاکہ طالبعلم باوضو ہو کر آئے اور قرآن پاک کے آداب کا خیال ہو
چونکہ ہمارے ساتھ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی موجود ہیں جیسا
کہ ہندو سکھ اور عیسائی وغیرہ تو غیر مسلم بچوں کو اسی پہلی پیریڈ
میں اپنے اپنے مذاہب کے مطابق مضامین پڑھیں گے دوسرا فائدہ یہ ہوا
کہ طالبعلم کو دو جگہ پر پڑھنے کیلئے نہیں جانا پڑتا بلکہ ایک ہی جگہ
دینیوی، دنیاوی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا پیریڈ قومی زبان کا پیریڈ ہوگا جیسا کہ ہماری قومی زبان اردو 2
ہے اسکا طریقہ کار یہ رکھا کہ پہلی جماعت سے پانچویں جماعت تک
یعنی پرائمری سکول میں عام سبق یعنی بچوں کی کہانیاں اور نظمیں
وغیرہ ہوں گے اور محمد صلی اللہ وسلم کی زندگی کے متعلق سبق پڑھیں
گے چھٹی اور ساتھویں میں اردو گرامر سکھائیں گے آٹھویں نویں اور

دسویں میں معاشرتی علوم، جغرافیہ پڑھیں گے اور وہ بھی اردو زبان میں تاکہ طالب علم اردو کے ساتھ ساتھ تاریخ و جغرافیہ بھی سیکھ سکے اسی طرح معاشرتی علوم کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

تیسرا پیریڈ مادری زبانوں کا ہوگا جیسا کہ ہمارے ہاں پشتو سندھی 3 بلوچی پنجابی وغیرہ اسکا بھی طریقہ کار وہی اردو کی طرح ہوگا یعنی پہلی جماعت سے پانچویں جماعت تک بچوں کی کہانیاں اور نظمیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے متعلق سبق پڑھیں گے چھٹی اور ساتھویں میں مادری زبانوں کی گرائمر آٹھویں نویں اور دسویں میں احادیث پڑھائیں گے جبکہ غیر مسلم بچوں کو ان کے مذہب کے مطابق مضامین پڑھیں گے اور وہ بھی اپنے مادری زبان میں

اسی طرح طالب علم مادری زبانوں میں لکھائی پڑھائی بھی نہیں بھولے گا اور احادیث بھی سیکھیں گے۔

چوتھا پیریڈ انگریزی کا ہوگا اس پیریڈ میں کچی پکی سے دسویں تک 4 انگریزی پڑھیں گے لیکن انگریزی کتابوں میں گرائمر کے ساتھ ساتھ عالمی تاریخ و جغرافیہ اور ملکی تاریخ و جغرافیہ پڑھائیں گے وہ بھی انگریزی زبان میں تاکہ طالب علم انگریزی کے ساتھ ساتھ معاشرتی علوم کی بھی کمی محسوس نہ کرے۔

پانچواں پیریڈ ریاضی کا ہوگا جو کچی پکی سے لے کر دسویں تک 5 پڑھیں گے۔

چھٹا پیریڈ جنرل سائنس کا ہوگا جو کچی پکی سے لے کر دسویں تک 6 پڑھیں گے۔

ساتواں پیریڈ کچی پکی سے لے کر پانچویں تک پہاڑے ، وضو کے فرائض 7 اور سنت، نماز کے فرائض اور سنت اور نماز پڑھیں گے غیر مسلموں کو بھی پہاڑے وغیرہ اور چھٹی جماعت سے دسویں تک میڈیکل کے متعلق ہوگا یعنی ابتدائی طبی امداد کے متعلق پڑھیں گے۔

آٹھواں پیریڈ کچی پکی سے لے کر پانچویں تک کا نہیں ہوگا یعنی 8 پرائمری سکول کے سات پیریڈ ہوں گے جبکہ چھٹی جماعت سے دسویں تک اختیاری مضامین ہوں گے جیسا کہ بجلی آرٹ ذراعت وغیرہ۔

مندرجہ بالا پہلے سات پیریڈ لازمی ہونگے جبکہ آٹھواں پیریڈ اختیاری ہوگا طالب علم جب دسویں میں پہنچ جائے تو بچے کے اساتذہ ان کے والدین کو ایک فارم بھیجیں گے جس بچے کی جس چیز میں زیادہ

دلچسپی ہوگی والدین وہی چیز اُس فارم میں لکھیں گے تو اُن کے استاد

اُس کے شوق کے مطابق آگے یونیورسٹی میں بھیجے گا کالجوں کو بالکل ختم کر دیا گیا موجودہ کالجوں کو بھی یونیورسٹیوں میں تبدیل کر دیا گیا اور یونیورسٹیوں کو بڑھا بھی دیا یعنی طالب علم دسویں کے بعد سیدھا یونیورسٹی میں جائے گا۔

یونیورسٹیوں میں ہر مضمون اور ہر کام کے متعلق ڈیپارٹمنٹ بنائے گئے کچھ ڈیپارٹمنٹ تو پہلے سے جگہ جگہ موجود تھے جیسا کہ۔

بیالوجی سائنسس، انسٹیٹیوٹ کمیونیکیشن انفارمیشن ٹیکنالوجی، معاشیات و سیاسی اقتصادیات، فزیکل ایجوکیشن، میتھس، فزکس، ایگریکلچر اکنامکس، کمسٹری، ہارٹیکلچر، جرنلزم، آرٹس، بزنس ایڈمنسٹریشن، عربی و اسلامیات، کامرس، میڈیکل سائنس، فارمسٹ فارماسوٹیکل کمیسٹری، الیکٹریکل انجینئرنگ، ٹیلی

کمیونیکیشن ، اردو ، اور مادری زبانوں کی ڈیپارٹمنٹ یہ سارے ڈیپارٹمنٹ پہلے ہر یونیورسٹی میں میسر نہیں ہوتھے تھے بلکہ کوئی کوئی ہوتے تھے تو اس کو بھی ہر یونیورسٹی میں لازم قرار دے دیا ۔ اور کچھ نے ڈیپارٹمنٹ بھی قائم کر دیئے یہ نے ڈیپارٹمنٹ کالجوں یا مرکزوں کی شکل میں جگہ جگہ موجود تھے لیکن ہر یونیورسٹی میں نہیں اب ہر یونیورسٹی میں قائم ہے جیسا کہ ۔

ڈرائیونگ ڈیپارٹمنٹ ۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں ہوائی جہازوں کے پائلٹ بحری جہازوں کا کپتان ریل گاڑیوں کی ڈرائیونگ حتیٰ کہ چھوٹے گاڑی اور موٹر سائیکل ڈرائیونگ کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے ۔

اسلام ڈیپارٹمنٹ یہ ڈیپارٹمنٹ بڑا اہم ڈیپارٹمنٹ اس ڈیپارٹمنٹ 2 میں طالب علم کو علم دین سکھایا جاتا ہے یعنی عالم دین اور مفتی

یہاں سے فارغ ہوتے ہیں ایک ہی یونیورسٹی سے انجینئر ڈاکٹر سائنسدان

اور مفتی عالم ایک ساتھ فارغ ہوتے ہیں ہاں اس ڈیپارٹمنٹ کا تعلق

بقایا یونیورسٹی سے تھوڑا الگ ہوتا ہے یعنی اس کا رخ، دروازہ علیحدہ

ہوتا ہے تاکہ ماحول پر بُرا اثر نہ پڑے -

ذریعہ ڈیپارٹمنٹ - اس ڈیپارٹمنٹ میں زراعت کے متعلق پڑھایا جاتا 3

ہے -

سیاسی ڈیپارٹمنٹ - اس ڈیپارٹمنٹ میں سیاست اور ملک کو چلانے 4

کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے -

لاء ڈیپارٹمنٹ - اس ڈیپارٹمنٹ میں قانون کے بارے میں پڑھایا جاتا 4

ہے -

حیوانات ڈیپارٹمنٹ - اس ڈیپارٹمنٹ میں جانوروں کے بارے میں 5

پڑھایا جاتا ہے -

ٹیکنیکل ڈیپارٹمنٹ - اس ڈیپارٹمنٹ میں طالبعلم کو پھر سکھائے جاتے 6

ہیں جیسا کہ کپڑوں کی سلائی چپل بنانا لوہار کا کام ترکھان کا کام

عمارتوں کا مستری کا کام گاڈیوں کی مستری کا کام ائرکنڈیشن فریج

وغیرہ کے بنانے کا کام وغیرہ وغیرہ -

مندرجہ بالا تمام ڈیپارٹمنٹ اب ہر یونیورسٹی میں لازمی ہوتے ہیں اور

یونیورسٹیوں کو بھی بڑھا دیا ہر 30 کلومیٹر پر ایک یونیورسٹی قائم ہے

تاکہ طلباء کو دور دور جانا نہ پڑے اور آجکل کوئی اسپیشل یونیورسٹی

نہیں ہے بلکہ ہر یونیورسٹی اسپیشل یونیورسٹی ہے آج کل پورے ملک

کی تعلیم ایک طرح کی ہوتی ہے اور طلباء سے کوئی کسی قسم کی گاڈی

کرایہ بھی نہیں لیتا ہر سواری کی گاڑی میں تین سیٹیں سپیشل طلباء
سیٹیں ہوتی ہے -

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور تبدیلی لائی گئی وہ یہ کہ تمام پرائمری
سکولوں میں زنانہ استانیہ مقرر کیے یعنی پورے ملک میں لڑکے اور
لڑکیوں کا کوئی علیحدہ پرائمری سکول نہیں ہے بلکہ بچے اور بچیاں
ایک ہی پرائمری سکول میں پڑھتے ہیں جن کے استانیہ ہوتی ہیں
کیونکہ چھوٹے بچوں کو مرد کے مقابلے میں عورت بہت اچھے طریقے سے
سمجھا سکتی ہیں -

اسی طرح پرائیویٹ سکول خود بخود ختم ہو گئے کیونکہ جب
سرکاری تعلیم مفت اور اعلیٰ ہو تو لوگ پرائیویٹ سکولوں میں کیوں
جائیں بہت ساری دولت بھی لگتی ہے -

رومائسہ نے بے صبری مظاہرہ کرتے ہوئے پروفیسر اے کے صاحب سے پوچھا کیا کہ میں نے لڑکیوں کے بارے میں پوچھا اُسکا جواب ابھی تک نہیں ملا ۔

اے کے صاحب نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا رومائسہ صاحبہ میں آپ کے سوال کے جواب کی طرف آ رہا ہوں دراصل میں تمہیں پوری تفصیل کے ساتھ سمجھا رہا ہوں تاکہ تمہیں کسی قسم کے سوال کی ضرورت نہ پڑے ۔

پھر حکومت نے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ یونیورسٹیاں بنوائیں ایک وقت تھا جب ملک میں زنانہ آستانی زنانہ پروفیسر زنانہ ڈاکٹر زنانہ پائلٹ اور تعلیم یافتہ عورتیں کم اور مرد زیادہ ہوتے تھے مگر اب وہ وقت آچکا تھا کہ ملک میں تعلیم یافتہ اور باصلاحیت

عورتوں کی کمی نہیں تھی تب حکومت نے عورتوں کے لئے ہر چیز
علیحدہ علیحدہ بنا لی تعلیم حاصل کرنے کا شعبہ تو ایک طرف ہر
ادارے میں عورتوں کے لیے علیحدہ برانچیں بنا لیں جیسا کہ بینکوں
میں پہلے مرد اور عورتیں اکھٹا کام کرتے تھے لیکن آجکل علیحدہ
علیحدہ برانچ ہیں -

شناختی کارڈ بنانے کے دفتر میں بھی اس طرح ایک باپردہ عورت کی جب
تصویر لینی ہوتی تو پرانے مرد کے سامنے اپنا نقاب اٹھاتے مگر آج کل
علیحدہ برانچیں ہیں مردوں کے شناختی کارڈ مردوں کے برانچ میں اور
عورتوں کی شناختی کارڈ عورتوں کی برانچ میں اسی طرح مردوں کیلئے
مرد ڈاکٹر اور عورتوں کے لیے علیحدہ عورت ڈاکٹر حتیٰ کہ پورے ملک
میں عورتوں کے لیے علیحدہ دفاتر قائم ہوئے -

تو آج کل کوئی بھی آدمی اپنی عورت کے باہر جانے سے ڈرتا نہیں اور نہ ہی کوئی بے عزتی کا خوف محسوس کرتا ہے بلاجھجک ہر بچی تعلیم حاصل کرنے اور ضروریات زندگی کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے۔

دوسری بات جو آپ نے پوچھی تھی کہ یہاں کوئی بھی پینٹ پتلون میں نہیں دیکھا بلکہ ہر کوئی روایتی شلوار قمیص میں پھرتا رہتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ محکمہ ادب و ثقافت نے ایک تجویز حکومت کو پیش کر دی۔

تو صدر صاحب جو ایک دیانتدار ایماندار نیک نیت اور اپنے ملک کا وفادار تھا اُس نے اس تجویز پر غور و فکر کرنے کے بعد عملدرآمد کرنے کا حکم دیا اور آج شکر الحمد للہ پورے ملک میں ہماری زبان اور ادب برقرار ہے۔

اتنے میں اے کے صاحب کے موبائل پر گھنٹی بجی دیکھا تو ان کی اہلیہ

تھی کھانے کی اطلاع دے رہی تھی کہ تیار پئے اُس نے آنے کا کہا اور

موبائل بند کیا ۔

اے کے صاحب اُٹھ کھڑے ہو کر سرباز اور رومائسہ کو بھی آنے کا کہا

کہ چلو کھانا تیار پئے سرباز نے موءدبانہ طریقے سے کہا کہ اس تکلف کی

کیا ضرورت تھی بہر حال وہ تینوں وہاں سے روانہ ہوئے

0

0 چونکہ اے کے صاحب یونیورسٹی ہی کے سرکاری کوارٹر میں رہ رہے تھے اور اُن کی اہلیہ محکمہ بجلی میں ڈیموں کے کسی دفتر میں ایک بڑے پوسٹ پر تعینات تھی اور اسی شہر میں اِسکی ڈیوٹی تھی اِسی لیے دونوں یہاں پر ہی رہے تھے تو جلد ہی وہ تینوں گھر پہنچ کر چھوٹی سی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے -

اے کے صاحب کی اہلیہ بشریٰ بی بی جو رشتے میں سریاز کی سب سے چھوٹی خالہ تھی سریاز اور رومائسہ کو ایک ساتھ دیکھ کر خوشی سے خود بخود اُس کی مسکان نکلتی تھی -

وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید سریاز نے اپنے لئے لڑکی ڈھونڈ لی ہے اور ویسے بھی اُس کے نظرمیں یہ جوڑی بہت اچھی تھی اگر رومائسہ

حسین تھی تو سرباز بھی کسی سے کم نہیں تھے خالہ جان چلتے پھرتے

کھانا لگانے کیساتھ ساتھ رومائسہ سے باتیں بھی کرتی تھی جبکہ

رومائسہ حسبِ عادت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سرباز کو دیکھ

کر مسکرا جاتی تھی جس سے سرباز کی چاہت میں بھی اضافہ ہوتا

. جارہا تھا .

کھانے کے دوران رومائسہ نے اے کے صاحب سے وہی پچھلا سوال

دہرایا ۔

اے کے صاحب شفقت آمیز لہجے میں مسکرایا ۔

رومائسہ نور بیگم تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے کیونکہ اتنی گھریلو

ماحول میں جہاں لوگ باہر کی ماحول سے تھک کر سب کچھ بھول کر

آرام کرتے ہیں اور اپنے آپ کو خوشی دے رہے ہوتے ہیں وہاں پر بھی

تمہیں اپنا مقصد یاد ہے -

اچھا تو محکمہ ادب و ثقافت کی تجویز یہ تھی کہ ہمارا ملک جو

مشرقی تہذیب و ثقافت کا ایک بے مثال نمونہ ہے اور یہ صدیوں سے

چل کر آ رہا ہے اگر تہذیب ثقافت ، زبان کو ہم برقرار رکھیں گے تو ہم

دنیا میں ایک قوم کہلائیں گے ورنہ ہم گمنام ہو جائیں گے ہماری

پہچان ختم ہو جائے گی اور جب دنیا میں ہماری پہچان نہیں ہوگی تو

ہم جانوروں کی مانند ہو جائیں گے دنیا میں اپنی پہچان قائم رکھنے کے

لیے قوم بہت ضروری ہے اور قوموں کو برقرار رکھنے کے لیے قوم کو

تہذیب زبان ، ثقافت برقرار رکھنا بہت ضروری ہے -

تو یہاں کچھ اس طرح کا ہی شروع تھا جس سے ثقافت، زبان، تہذیب

، تمدن مرنے کے قریب تھے مثلاً اپنے آپ کو باشعور اور تعلیم یافتہ

دکھانے کے لئے پتلون پہننا تاکہ لوگ یہ سمجھے کہ بندہ تعلیم یافتہ ہے

کیونکہ انگریز پینٹ پتلون پہنتے ہیں تو لوگوں کو یہ لگا کہ شاید پتلون

پہننے سے انسان تعلیم یافتہ لگتا ہے حالانکہ پتلون پہننے سے انسان بے

پردہ ہو جاتا ہے انسان کے وہ اعضاء جسکو چھپانا چاہیے پتلون پہننے

سے صاف ظاہر ہوتے ہیں جس سے ہر قسم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

جو بے حیائی کی علامت ہے -

یہی حال زبانوں کا بھی تھا قومی اور مادری زبانوں کا تو بیڑہ غرق ہونے

کو تھا جو بھی اردو زبان میں گفتگو کرتا تو اس میں جگہ جگہ انگریزی

الفاظ دبا دیتے تھے -

اس طرح یہ کام زور پکڑتا گیا تو ایسا وقت بھی آگیا کہ کوئی عام آدمی

اردو کی گفتگو کو سمجھنے سمجھانے سے قاصر رہتا تھا کیونکہ گفتگو

میں آدھے سے زیادہ الفاظ انگریزی زبان کے ٹھوس دیتے تھے اور نوجوان

نسل تو بات سمجھانے کے لیے بھی انگریزی کا استعمال کرتے تھے کیونکہ

اردو تو اُنکو آتی نہیں ہوتی تھی اور یہی حال مادری زبانوں کا بھی تھا -

میں ایک مثال دیتا ہوں ایک اردو ڈرامے میں اس طرح اردو بولی جاتی

تھی

کم آن ڈیڈ اس جاب میں میری سیلری بہت کم ہے اور یہ میری

انسٹ ہے حالانکہ میرا ایکسپیرینس بہت ہے اور دوسری یہ کہ میں

زندگی کو انجوائے کرنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں میری میرج ہو

کیونکہ ایک میل فی میل کے بغیر ادھورا ہے -

تو اُس وقت حکومت نے حکم جاری کیا کہ ملک میں فوج پولیس اور سیکورٹی اداروں کے علاوہ کوئی بھی پینٹ پتلون نہیں پہنے گا اگر کسی کو پتلون پہنتے ہوئے پکڑے تو اُس کو سزا دی جائے گی اور تمام لوگ جب اردو بولیں گے تو خالص اردو بولیں گے ٹی وی چینلوں، اخباروں، اور ریڈیو کو بھی حکم جاری کیا کہ اگر کسی بھی اردو گفتگو میں کسی کو بھی ایک لفظ انگریزی کا بولتے ہوئے پکڑا گیا تو اُس کو سخت سزا دی جائے گی -

ادھر محکمہ تعلیم میں نصاب بنانے والوں کو بھی خبردار کیا کہ اس بات کو زیر نظر رکھ کر نصاب بنایا جائے -

جسکو انگریزی بولنے کا شوق ہو بے شک وہ پوری گفتگو انگریزی میں کر لیا کریں اور یہی حکم مادری زبانوں کیلئے بھی جاری کیا -

تو آج کل ہمارے دفتری کام بھی دو زبانوں میں ہوتے ہیں اردو اور

انگریزی ہر چیز کی دو کاپیاں ہوتی ہے ایک اردو میں دوسری انگریزی

میں تاکہ دنیا کے ساتھ رہ کر بھی ہم اپنی زبان نہ بھولیں -

یہ بات ٹھیک ہے کہ ماہرین لسانیات نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ

ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا کے لوگ ایک ہی زبان بولیں گے یعنی ایک

دوسرے کی بات کو سمجھیں گے لیکن جہاں تک ہو سکے ہم اپنی زبان

کا دفاع کریں گے -⁰

⁰کھانے کے دوران ظہر کی اذان بھی ہو چکی تھی تو اس لئے کھانے کے فوراً

بعد سریاز اور پروفیسر اے کے خان نماز کیلئے مسجد میں چلے گئے تھے

جبکہ بشریٰ خالہ برتن سنبھالنے کے بعد کیچن ہی میں کسی کے ساتھ

موبائل فون پر باتوں میں لگ چکی تھی -

تو رومائسہ نے اکیلے میں میز پر پڑے ریموٹ کو اٹھایا اور ٹی وی چلایا
دیوار پر لگے ٹی وی شیشے پر کوئی ڈرامہ شروع تھا چینل بدلا تو بچوں
کا کارٹون نظر آیا پھر بدلہ تو اسلامی واقعات پر مبنی کوئی پروگرام چل
رہا تھا ایک دفعہ پھر بدلا تو فٹبال کا میچ دیکھنے کو ملا برداشت نہ
ہوا تو دوسرا چینل لگایا یہاں کسی علاقے کی جغرافیہ کے بارے میں
معلوماتی پروگرام چل رہا تھا۔

رومائسہ اسی پروگرام میں مگن تھی کہ سریاز بھی پہنچ گیا میز پر پڑے
ریموٹ کو جب سریاز نے اٹھایا تو ایک پشتو چینل لگایا یہاں سریاز کا
پسندیدہ پروگرام بزم مشاعرہ شروع تھا۔

سریاز نے رومائسہ کو نماز کے لیے کہا تو رومائسہ بھی وضو نماز کے لئے
دوسرے کمرے میں بشریٰ خالہ کے پاس گئی۔

مشاعرہ کسی بڑے ہال میں منعقد ہوا تھا شرافت علی شاہد صاحب
اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے مشاعرے کی صدارت
عبدالرحیم مجذوب صاحب کر رہے تھے جبکہ اسٹیج پر بیٹھے لوگوں
میں درویش دورانی صاحب نعیم آزاد صاحب اباسین یوسفزے صاحب
اسیر منگل صاحب عبدالباری جہانی صاحب عبدالغفور لیوال صاحب
مُلا عبدالہادی صاحب جاوید احساس صاحب نادرخان علیل صاحب
کلیم الحق کلیم صاحب اور شہاب الدین طوفان صاحب شامل تھے -
شعراءِ کرام آتے اپنا کلام سناتے سامعین سے داد لیتے اور اپنی اپنی سیٹوں
پر جا کر بیٹھتے تھے نئے دور کی نئی انداز میں شاعری سننے کو ملی اور
کسی سے بھی کوئی روایتی شاعری نہیں سنی اور نہ ہی دہشت گردی
سے دہشت زدہ حالات و واقعات شعر کے زبان میں سنے بلکہ تمام

شاعری جدید ٹیکنالوجی اور جدید تخلیقات کا سندیسہ دینے کا کردار
ادا کر رہی تھی ایک ایک شعر میں محبت بھائی چارہ متحد رہنا اور
جدید سے جدید تر ہونے کا سبق ملتا تھا -

رومائسہ نے آتے ہی سرباز سے سوال کیا کہ نماز سے پہلے جب میں ٹی
وی چینلوں کو دیکھ رہی تھی تو یہاں کے سارے چینلوں پر مجھے
کوئی سیاسی تجزیہ نظر نہیں آیا حالانکہ ہمارے ملک میں تو ہر
چینل پر ملکی سیاست کے تجزیے ہوتے رہتے ہیں -

سرباز نے ٹی وی بند کر کے رومائسہ کی طرف پیار سے دیکھا غالباً وہ
آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہہ رہا تھا اور شاید رومائسہ سمجھ
بھی گئی تھی اسی لئے تو بال پوائنٹ کو ہاتھ اور دانتوں میں پکڑ کر
پاؤں کے اوپر پاؤں ہلاتے ہوئے مسکرا بھی رہی تھی -

ایک دفعہ پھر سرباز نے بالوں کو پیچھے کی طرف گھجلائے ہوئے کہا کہ ایک دور تھا جب ہمارے ملک میں دہشت گردی عروج پر تھی اور آئے روز بم دھماکے ہوا کرتے تھے کہیں پر نامعلوم افراد کی طرف سے فائرنگ ہوتی تھی تو کہیں پر خودکش حملے ہوتے کبھی گیس پائپ لائنوں کو اڑا دیا جاتا تو کبھی ریل کی پٹریوں کے نیچے بم پھٹاتے جاتے کہیں سے لوگوں کو غائب کر کے ان کی مسخ شدہ لاشوں کو سڑکوں پر پھینکتے تو کہیں کہیں بچوں پر زیادتی کے واقعات رونما ہوتے -

اور یہ سب کام دشمن کے بنائے ہوئے منصوبوں کے تحت ہوتا تھا تو اس میں دشمن کو جتنی آسانی آزاد میڈیا سے ہوتی دوسرے ذریعوں سے نہیں ہوتی مثلاً دشمن اپنے ہی وطن عزیز کے کسی فرد کو بہت ساری دولت کا لالچ دے کر دہشت گردی کی واردات کرواتے تھے -

اسی وارداتوں کے دوران ملک کا غیر ضروری میڈیا پہنچ جاتا اور واقعہ کو کیمرہ بند کر کے اپنی مرضی کے مطابق رپورٹ تیار کر کے اپنے اپنے چینلوں پر دنیا کو دکھاتے رہتے اور دشمن دور بیٹھ کر یہ تماشہ دیکھتے اور مزے اٹھاتے اُس کو جب ٹی وی پر تسلی ہو جاتی کہ کاروائی ہو چکی تب وہ اُس شخص کو بہت ساری دولت سے نوازتے جس کو کاروائی کے لیے بھیجا ہوتا۔

دوسری طرف سیاسی پارٹیوں کا دنگل چل رہا تھا ہر پارٹی نے ایک ایک چینل خرید رکھا تھا یعنی جو چائلن جس پارٹی کا ہوتا تھا اس پارٹی کی تمام اچھائیاں دکھاتا اور برائیاں چھپاتا رہتا تھا اور دوسری پارٹیوں کی تمام برائیاں دکھاتا اور اچھائیاں چھپاتا رہتا تھا یہی حال تمام پارٹیوں اور چینلوں کا ہوتا تھا جو کہ غیبت کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں کرتے

تھے ایک تماشا بنا ہوا تھا ساری دنیا ہمارا تماشا دیکھتی اور ہم پر طنز

کر کے ہنستی رہتی تھی ادھر قوم کو بھی کشمکش میں رکھا ہوا تھا

لوگ حیران تھے کہ کون ٹھیک ہے کون غلط -

تو اُس وقت کی حکومت نے یہ حکم جاری کیا کہ ملک میں تمام چینل

اپنی مرضی کے مطابق خبریں اور سیاسی تجزیے نہیں کرے گا بلکہ بالکل

کرے گا ہی نہیں کونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی

فائدہ ہے سوائے شرکے -

ایک رپورٹر پانچ سو روپے کے عوض اپنی من پسند رپورٹ تیار کرتا ہے

آگے کیا ہوگا کیا نہیں کیا حقیقت ہے کیا جھوٹ ہے اس کی پروا نہ کرتے

ہوئے چینل پر چلا دیتا تھا -

مُلک کا ایک ہی ٹی وی چینل ہوگا جو خبریں سنائے گا وہ بھی حکومت

کی نگرانی میں یہ خبریں نو بجے سے ساڑھے دس بجے تک ہوں گی اور یہ

خبریں تمام ٹی وی چینل اسی سرکاری ٹی وی چینل سے براہ راست

چلائیں گے -

اسی طرح ہر ٹی وی چینل پر بھی یہی خبرنامہ چلتا رہے گا بقایا وقتوں

میں تمام چینل اپنی مرضی کے مطابق پروگرام چلائیں گے سوائے خبروں

اور سیاسی تجزیوں کے -

کسی کو بھی غیر سرکاری چینل پر سیاسی گفتگو کرتے ہوئے پکڑے

جانے پر تو اس کو کڑی سے کڑی سزا دینے کا قانون بنایا خبریں اور

سیاسی بات صرف اور صرف سرکاری ٹی وی چینل کو اجازت ہوگی وہ

بھی ہر کوئی نہیں کرے گا بلکہ حکومت کا کوئی ذمہ دار شخص وزیر

ممبر قومی، صوبائی اسمبلی اور حزب اختلاف کے ارکان -

ہاں ایک بات اور وہ یہ کہ عام آدمی اپنی کوئی بھی تکلیف یا اپنے علاقے

کی ضرورت ہر ٹی وی چینل پر ریکارڈ کر سکے گا لیکن اس پر تبصرہ کرنے

کی کسی کو بھی اجازت نہیں -

تو آج شکر الحمد للہ ہمارے ملک میں دہشت گردی کا کوئی نام و

نشان نہیں ہے بلکہ امن وامان اور پرسکون ماحول عام ہو گیا ہے لوگ

خوشی خوشی اپنے اہل و عیال کے ساتھ کدھر بھی جاسکتے ہیں کوئی

خطرہ نہیں کوئی ڈر نہیں کوئی کشمکش نہیں -

اور دشمن بھی اپنے اپنے ارادوں میں ناکام کیونکہ اُن کو پتہ ہی نہیں چلتا

کہ یہاں کیا ہوا اور کیا نہیں اور دوسری بات یہ کہ دشمن کو ہمارے

چھوٹے چھوٹے مسائل کا پتہ ہی نہیں چلتا اور اُن کو زخم پر نمک
چھڑکنے کے کام کا موقع ہی نہیں ملتا بلکہ گھر کی بات گھر ہی میں رہ
جاتی ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا ہے کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں
ہوتی کہ کچھ ہوا یا نہیں اتنے میں بُشریٰ خالہ بھی آکر گفتگو میں

شامل ہوئی

0

رومائسہ نے بشریٰ خالہ کو مخاطب کر کے کہا کہ چونکہ تمہارا تعلق بجلی سے ہے اور میں نے تاریخ کی کتابوں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ اس ملک میں بجلی کا بہت بڑا بحران ہو کر گزرا ہے اور اب یہ ملک ایک ترقی یافتہ ملک ہے تو کیسے نمٹے تم لوگ اور کیسے کنٹرول کیا ذرا تفصیل سے سمجھائیں گے۔

بشریٰ خالہ نے سریاز اور رومائسہ کو چائے کی پیالیاں پکڑا کر کہنے لگی واقعی یہ ملک لوڈشیڈنگ کا شکار ہو چکا تھا لوڈشیڈنگ کی انتہا ہوگئی تھی ایک گھنٹہ بجلی آتی تھی اور چار گھنٹے غائب رہتی تھی۔ وہ جو ایک گھنٹہ آتی وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی اتنی کم ہوتی کہ موبائل بھی چارج نہیں کیا جاسکتا تھا آخر کار لوگ تنگ ہو گئے اور

بل جمع کرنے سے انکار کر دیا ایسے میں بجلی والے آجاتے اور بجلی کاٹ

دیتے کوئی اُس کو تھوڑی سی رشوت دے جاتے تو اُسکی نہیں کاٹتے اور

جسکی کاٹتے وہ دوبارہ چوری چوری گنڈے لگواتے کسی کو چوری پر

پکڑتے تو اُسکو سزا بھی ہو جاتی بہر حال عوام بہت تنگ ہو کر سڑکوں

پر نکل آئی بات حکومتی ایوانوں تک پہنچ گئی -

حکومت نے ایک کمیٹی تشکیل دی اُس کمیٹی نے بہت غور و فکر کے

بعد ایک تجویز بنائی اور حکومت کو پیش کی حکومت نے اُس تجویز پر

کام شروع کیا وہ کام دو تین سالوں میں مکمل ہو گیا اور آج اللہ کا لاکھ

لاکھ شکر ہے کہ پورے ملک میں دو منٹ کے لیے بھی بجلی نہیں جاتی

اچھا خالہ جان اُس تجویز کی تفصیل ذرا بتائیں اور تمہاری گفتگو سے

رشوت یاد آئی یہ ہمارے ملک میں بھی بہت ہے اس سے کیسے خلاصی

ہوئی اس ملک کی ؟

تجویز یہ تھی رومائسہ بیٹی کہ سب سے پہلے تو علیحدہ ایک ڈیم

بنایا جائے جس سے بنائی ہوئی بجلی صرف اور صرف ملوں فیکٹریوں اور

کارخانوں تک محدود رکھے اُس کے بعد موجودہ ڈیموں سے بنائی ہوئی

بجلی اُس شہروں دیہاتوں اور قصبوں تک محدود رکھنا جہاں یہ بجلی

24 گھنٹے کیلئے موجود رہے یعنی جہاں تک سالہا سال یہ بجلی پہنچ

سکتی ہو -

جو علاقے رہ جائیں اس میں جہاں جہاں نزدیک کوئی نہر گزرتی ہو

وہاں وہاں نہروں کے اوپر چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائیں جائیں اُس سے بھی

کچھ علاقوں تک بجلی پہنچ جائیگی - وہ بھی چوبیس گھنٹے موجود

رہے گی اور جو علاقے اُس سے بھی رہ جائیں وہاں ہر گاؤں اور شہر کے لیے

علیحدہ علیحدہ شمسی توانائی یعنی سولر پاوروں سے چھوٹے چھوٹے

بجلی گھر بنائیں اس طریقے سے سب کو بجلی میسر ہو جائے گی۔

اس کی بل ادائیگی کا طریقہ کار یہ رکھا کہ چار سال تک فی گھر اور فی

دکان ایک ہزار روپے بل دے گی ملوں اور فیکٹریوں کے علاوہ فیکٹری اور

ملوں والے خرچے کے مطابق بل ادا کرے گی چار سال کے بعد تمام میٹر

کمپیوٹرائز کیے جائیں گے جس کا طریقہ کار موبائل ریچارج کی طرح ہوگا

یعنی کارڈ لوڈ کریں گے یا ایزی لوڈ کریں گے پھر جتنا مرضی بجلی خرچ

اس کے ساتھ حکومت گھروں کو ایک پیکج کرے خود ہی بھکتائیں۔

دے گی اُس پیکج میں حکومت گھروں کو ایک سو یونٹ تک کی بجلی

مفت دے گی اور اس سے آگے کا خرچہ گھر والے خود اٹھائیں گے۔

تو اس کام کیلئے حکومت کے ساتھ اتنا پیسہ نہیں تھا جس سے یہ کام سرانجام دے سکے تو حکومت نے اس کا رخیر کیلئے تمام سرکاری ملازمین اور پنشنیرز حضرات سے ایک ایک تنخواہ بطور قرض مانگ لی جو تمام لوگوں نے بخوشی قبول کر لی .

قرض لینے کا طریقہ کچھ یوں تھا کہ یہ قرضہ ہر سرکاری ملازم اور پنشنیر چار قسطوں میں دے گا مثلاً جس کی تنخواہ چالیس ہزار روپیہ ہے تو اس سے پہلے مہینے دس ہزار کاٹیں گے دوسرے مہینے دس ہزار تیسرے مہینے دس ہزار اور چوتھے مہینے بھی دس ہزار کاٹیں گے تاکہ ملازم کے گھر کا چولہا بی نہ بجھ سکے اور اُس کو محسوس بھی نہ ہو قرض کی ادائیگی کا طریقہ یہ رکھا کہ حکومت یہ قرضہ تمام سرکاری - ملازمین کو اگلے چار سالوں میں ادا کرے گی مثلاً چار سالوں میں

اڑتالیس مہینے ہوتے ہیں ملازم کی لی ہوی تنخواہ اڑتالیس مہینوں پر

تقسیم کرے گا فی مہینہ جتنا آگیا وہی پیسہ ملازم کو ہر مہینے ملے گا

مطلب بجلی سے آہستہ آہستہ کمایا ہوا پیسہ قرض دینے والے کو

آہستہ آہستہ چار سالوں میں ادا ہو جائے گا

رومئسہ نے رشوت کے بارے میں جب دوبارہ پوچھا تو بشریٰ خالہ

کہنے لگی -

ہاں یہ گند ہمارے ملک میں بہت پھیل چکا تھا ہر ادارہ رشوت کے

بغیر کام نہیں کرتا تھا جس دفتر میں کسی کا بھی کوئی کام پڑ جاتا تو یا

تو رشوت دینی پڑتی یا پھر مہینوں اور سالوں انتظار کرنا پڑتا اور کسی

غریب کا تو کوئی کام رہ بھی جاتا یہاں تک کہ سرکاری ملازمت میں جائے

کے لیے بھی بہت زیادہ رشوت دینی پڑتی تھا اور تو اور قومی، صوبائی

ممبر بھی بہت سارے دولت لیکر اپنے آپ کو بیج دیتے۔

جس کے ساتھ پیسہ ہوتا اسکو تو نوکری مل جاتی لیکن جو غریب

ہوتا وہ بیچارہ رہ جاتا غریب غریب تر ہوتا اور امیر امیر تر بنتا۔

اس کا زیادہ اثر بچوں کی تعلیم پر پڑتا تھا کیونکہ اُن کو پتہ ہوتا تھا کہ

قابلیت تو یہاں چلتا ہی نہیں بلکہ دولت چلتی ہے تو کیوں اپنا وقت

برباد کریں اور پڑھنے پر توجہ دیں نوجوانوں کے دماغ میں ہر وقت پیسہ

جمع کرنے کی تجویزیں ہوتی تھی تاکہ مستقبل میں جا کر کسی کو یہی

تو رومائسہ صاحبہ یہ سب پیسہ دے دوں اور نوکری خرید سکوں۔

کچھ حکومت کی نظر میں تھا آخر کار حکومت نے تین ادارے یعنی

خُفیہ ایجنسیاں بنوائیں بلکہ ادارے تو پہلے سے موجود تھے صرف اس کی ڈیوٹیاں بدلوائیں اور ترتیب بدلی -

پہلے ادارے کو پورے ملک میں پھیلا دیا اس کی ڈیوٹی یہ لگائی کہ ہر جگہ پر رشوت یا اپنے ادارے کے کام میں غداری یا کہیں اور پر حکومت کے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی کی جائے تو حکومت وقت کو اطلاع کی جائے -

دوسرے ادارے کو پہلے ادارے والوں کے پیچھے لگالیا اس کی ڈیوٹی صرف اور صرف یہ لگائی کہ وہ پہلے والے ادارے کے لوگوں پر خفیہ نظر رکھے گی تاکہ کوئی کسی کو ذاتی دشمنی بغض اور حسد کی وجہ سے غلط رپورٹ بنا کر نقصان نہ پہنچائے یا کسی کے ساتھ خود رشوت کا لین دین کر کے اس کی غلطی کو چھپائے یا پھر رشوت یا اپنے پاور سے ڈرا

دھمکا کر اُس سے کوئی غلط کام کرائے یعنی دوسرے ادارے والے پہلے
ادارے کی غلطی کو پکڑ کر حکومت وقت کو اطلاع کرے گی تاکہ پہلا
ادارہ دوسروں کو ٹھیک کرانے والا خود بھی ٹھیک رہے۔

تیسرے نمبر کا ادارہ یعنی خفیہ ایجنسی فوج اور عوام دونوں پر
مشمول ہوگا اسکی ڈیوٹی تھوڑا سخت اور زیادہ ہوگی ایک تو وہ پہلے
اور دوسرے ادارے والوں پر بھی نظر رکھے گا اور دوسرا یہ کہ خفیہ
ملک دشمن عناصر کو پکڑنا اور ملک سے باہر ممالک میں وطن عزیز
کے خلاف منصوبوں سے ملک کو آگاہ رکھنا اور اس کو نیست و نابود
کرنا ہوگا۔ مندرجہ بالا تین اداروں یعنی ایجنسیوں کی قیادت آج کل
ملک کا صدر از خود کرتا ہے جس میں صدر صاحب کے ساتھ ایک
مختصر ٹیم ہوتی ہے جو صدر صاحب کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

تو اب شکر الحمد للہ ملکِ اس رشوت کے لعنت سے پاک صاف ہو گیا ہے۔

اس دوران پروفیسر اے کے صاحب بھی آچکے تھے تو ایک لمبی گفتگو کے بعد سریاز اور رومائسہ نے اجازت مانگی بشریٰ خالہ اور اے کے صاحب نے رات گزارنے کا کہا لیکن سریاز کہاں مانتا تھا اُس کے دل میں کچھ اور چل رہا تھا۔

اس نے دل ہی دل میں گاؤں جانے کا ارادہ بھی ترک کیا تھا وہ چاہتا تھا کہ بقایہ ساری زندگی رومائسہ کے ساتھ ہی گزارے۔ بہر حال اجازت لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

سریاز رومائسہ کو شہر کے مختلف خوبصورت مقامات کی سیر کراتے ہوئے دریا پر لے گیا۔

0

⁰سریاز اور رومائسہ دریا کے کنارے ایک عالیشان ہوٹل جس کا صحن

پانی کے اوپر پُل کی طرح بنا ہوا تھا وہاں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دریا کے

نظارے کے ساتھ ساتھ سوپ بھی پی رہے تھے -

رومائسہ نے سریاز سے کہا تم نے تو گاؤں جانا تھا تو کس وقت جاؤ گے -

رومائسہ نور جی دراصل میں نے آج گاؤں جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور

میں نے موبائل فون پر گھر میں بتایا بھی ہے -

جب تک تم یہیں پر ہو اُس وقت تک میں تیرے ساتھ رہنا چاہتا

ہوں -

رومائسہ ایک مخصوص ادا کیساتھ مسکرائی اور کہنے لگی کیوں

!کیوں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو -

سرباز ایک لمبی سانس لیتے ہوئے بولے پتہ نہیں کچھ اپنائیت سی
محسوس ہو رہی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ میں نے پوری زندگی تیرے
ساتھ گزاری ہے میں سمجھتا ہوں تیرے بنا مرجاؤں گا پتہ نہیں تیرے
جانے کے بعد کیا ہوگا۔

رومائسہ نے بات بدلنے کے لیے کہا چلو چلو چھوڑو یہ بات تم مجھے
اپنے ملک میں موبائل نیٹ ورک کے بارے میں بتاؤ کہ پہلے کیسا تھا اور
آپ کیسا ہے۔

سرباز نے منہ بنا کر کہا یار رومائسہ چھوڑو اس باتوں کو پورا ہفتہ پڑا
ہے میں تم کو ہر چیز سمجھاؤں گا اب کوئی اور بات کرتے ہیں۔
رومائسہ نے بچوں کی طرح نہیں نہیں اب بتاؤ نا۔

سرباز سمجھ گیا کہ بات بننے میں ابھی تک وقت ہے تو کہنے لگے۔

رومائسہ جی ہمارے ملک میں موبائل کے پانچ نیٹ ورک یعنی کمپنیاں

کام کرتی تھیں اور اس میں چار کمپنیاں غیر ملکی تھیں اسی طرح ایک

دن کے کروڑوں روپے کماتے تھے لیکن یہ پہلے دوسرے ملکوں کو ملتے تھے

تب ہمارے پاس سائنس ، سہولیات نہیں تھے اس لیے ہمارا ملک

غریب سے غریب تر ہونے لگا کیونکہ بقایا جو بھی کاروبار دوسرے

ملکوں کے ساتھ ہوتا ہے تو اُس کو اگر ہم کچھ دیتے ہیں تو کچھ لیتے

بھی ہیں کچھ جاتا ہے تو کچھ آتا بھی ہے کوئی نہ کوئی چیز ہمارے

ملک میں آہی جاتی ہے لیکن یہ پیسہ مفت میں دوسرے ملکوں کو

ملتا تھا اس کے بدلے میں ہمیں کچھ بھی نہیں ملتا ایک بھائی دوسرے

بھائی کو ایک ہی شہر میں کال ملاتا ہے بات ہوتی ہے اور پیسہ

دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے -

پھر ایک وقت آیا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم عام ہو گئی
سائنس کے کچھ طلباء جس کی تعداد تقریباً 50 تھی جو ابھی ابھی
تعلیم مکمل کر کے فارغ ہوئے تھے نے صدر صاحب سے ملاقات کی
خواہش ظاہر کی صدر صاحب نے مخصوص وقت میں سے دو گھنٹے کا
وقت نکالا اور فارغ التحصیل طلباء کی میٹینگ بلائی۔

میٹنگ ان کے ایک نوجوان پروفیسر محمد احسان محسن جو ملک کے
سائنسدانوں میں بھی شمار کیا جاتا تھا کی سربراہی میں صدر صاحب
سے ہوئی

میٹنگ میں صدر سب کو سمجھایا گیا کہ آج کل ملک میں پانچ
موبائل نیٹ ورک کام کر رہے ہیں تقریباً ہر آدمی کے ساتھ تین یا چار
سیم موجود ہیں جو کہ چل رہے ہیں کل کے سروے کے مطابق ایک

موبائل سم پانچ کروڑ لوگ استعمال کر رہے ہیں تو جب یہ پانچ کروڑ لوگ ایک دن میں ایک روپے کا موبائل سیم استعمال کرے تو یہ پانچ کروڑ روپے بن گئے اس ایک روپے کے حساب سے ایک مہینے میں ایک ارب پچاس کروڑ روپے بنتے ہیں اگر دو روپے خرچ کرے تو اس کا ڈبل اور اگر تین خرچ کرے تو تین گنا اور اس طرح آگے بڑھتے جاؤ یہ سارا پیسہ ہمیں تھوڑا سا ٹیکس دے کر کسی دوسرے ملک میں جاتا ہے -

اور یہی حال دوسرے نیٹورکوں کا بھی ہے اگر یہ اربوں کھربوں روپے ملک سے باہر جاتے ہیں تو ملک تو غریب ہوگا ہی یہی پیسہ اگر ملک کے خزانے میں جائے تو ہمارا ملک بہت دولت مند ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہم میں وہ صلاحیت موجود ہے کہ یہ سارا کام ہم خود کر سکتے ہیں

صرف کچھ چیزیں دوسرے ملکوں سے خریدنے پڑیں گے جو اس کام میں

استعمال ہوں گی

پورا منصوبہ سمجھانے کے بعد صدر صاحب نے طلباء کو داد دی اور

یقین دلایا کہ جلد اس منصوبے پر غور و فکر کرنے کے عملدرآمد کریں

گے اور آپ لوگوں کی خدمات حاصل کریں گے میٹنگ برخاست ہوئی

اور حکومت وقت نے سوچنا شروع کر دیا۔

بہت جلد صدر صاحب نے اپنے ملک کے سرمایہ داروں سے رابطے شروع

کئے اور بہت جلد ملک کے چار آدمی اس کام کے لیے تیار ہو گئے ان چاروں

نے سرمایہ دینے کا وعدہ کیا تو حکومت نے ان کو کام کرنے کی اجازت دے

دی ان چاروں کے ساتھ حکومت نے یہ معاہدہ کیا کہ آپ لوگ یہ

کمپنیاں یعنی موبائل نیٹ ورک کی کمپنیاں شروع کرو دس سال تک یہ

کمپنیاں تمہاری ہونگی حکومت کو صرف دس فیصد ٹیکس دو گے دس

سال کے بعد یہ کمپنیاں حکومت کی ملکیت ہو جائے گی اور حکومت

آپ کو پانچ فیصد سرمایہ دے گی اور اس میں پچاس فیصد نوکریاں آپ

لوگوں کی ہوگی کمپنی کے ایم ڈی یعنی سربراہ کی نوکری بھی آپ

لوگوں کی پکی ہوگی - چاروں نے بخوشی قبول کر کے دستخط کرا دیے

اسی طرح ان چاروں نے اپنے ناموں سے کمپنیوں کے نام رکھ کر کام

شروع کیے قریب ایک سال کے اندر اندر یہ چار کمپنیاں پورے ملک

میں کام کر رہی تھی غیر ملکی جتنی بھی کمپنیاں تھی اُن سب کا

بائیکاٹ کر کے بند کر دیا -

رومائسہ نے کہا مطلب آج کل یہی چار کمپنیاں اس ملک میں کام کر

رہی ہے - ؟

سرباز نے کہا نہیں یہ آج سے تیس سال پہلے کی بات ہے آج کل تو سائنسدانوں نے ایک اور سسٹم متعارف کروایا وہ یہ کہ جیسا ٹی وی یا ریڈیو پورے دنیا میں اربوں کھربوں کے حساب سے چلتے رہتے ہیں اور اس کے نیٹورک پر کوئی بوجھ نہیں آتا نہ اس کی تصویر میں فرق آتا ہے اور نہ ہی اس کی آواز میں کوئی فرق آتا ہے۔

تو اسی طرح کا موبائل کا ایک ہی نیٹ ورک بنایا اور وہ اتنا طاقتور بنایا کہ اگر ایک ہی وقت میں پانچ ارب انسان اس پر شروع رہے تو بھی اس پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا اور نہ ہی اسے کھمبوں کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

تو اس نیٹ ورک کو ملک میں چلانا شروع کیا جب حکومت نے یہ کمپنی شروع کی تو بقایا چار کمپنیوں کو ختم کیا اب یہ ایک سرکاری

ادارہ بن گیا ہے اور یہ سرکاری ہے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ یہ ملک میں

ہر جگہ ریڈیو یا ٹی وی کی طرح کام کرتا ہے یعنی ملک کے ہر کونے

میں ایک ہی نیٹورک سے بات ہوتی ہے اور خرچہ بھی کم ہوتا ہے -

اور آج کل ہمارا یہ نیٹورک دنیا کے دو اور ممالک میں بھی کاروبار کرتا

ہے اور وہاں سے بھی پیسہ ہمیں مل رہا ہے -

ایک بات اور وہ یہ کہ شام 7 بجے سے رات 10 بجے تک کوئی موبائل کام

نہیں کرتا فقط ایمرجنسی ایک منٹ کال ہوسکتی ہے اور نہ ہی

انٹرنیٹ کام کرتا ہے سوائے اکاؤنٹ کے وہ اس لئے کہ یہ تین گنہٹے لوگ

اپنے بیوی بچوں رشتہ داروں کو دے دیں تاکہ محبت قائم رہے

سورج پہاڑ کے سر پر کھڑا تھا مغرب قریب ہونے کو تھی کہ رومائسہ

اور سریاز

وہاں سے چل کر اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔

0

0

⁰مختلف مارکیٹوں کی سیر کراتے ہوئے سیدھا ہوٹل پہنچے بہت دیر ہو

چکی تھی تو شام کا کھانا اکٹھے کھاتے ہوئے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے

-

کمرے کا دروازہ بند کر کے بستر پر لیٹتے ہوئے رومائسہ نے امی جان کو

موبائل فون سے کال ملایا۔

ہیلو رومائسہ بیٹی کیسا رہا تیرا آج کا دن کوئی ملا رہنمائی کیلئے یا نہیں

جی امی جان دن تو بڑا زبردست گزرا اور رہنمائی کے لئے تو ایسا بندہ ملا

ہے کہ دل کرتا ہے ساری عمر میری رہنمائی کرے۔

کیوں بیٹا خیر تو ہے خیال کرو پرایا ملک ہے۔

نہیں ماں جی پرایا کدھر ہے سرباز سے ملکر تو مجھے ایسا لگ رہا ہے

جیسا کہ میں نے پوری زندگی یہیں پر گزاری ہو۔

سرباز کون ہے رومائسہ کی بچی۔

امی جان سرباز بڑا اچھا لڑکا ہے بہت ہی نیک اور شریف ہے اور بہت

خوبصورت بھی ہے۔

دیکھو رومائسہ بیٹی تیرے ارادے مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے تم اپنی

کتاب کی تحقیق کیلئے گئے ہو یا اپنے لیے بندہ ڈھونڈھنے۔

امی جان! سرباز بڑا اچھا لڑکا ہے ابھی ابھی تعلیم مکمل کی ہے اور

مستقبل میں وکالت کرنا چاہتا ہے کیونکہ وکالت کی ڈگری بھی لیے

ہوئے ہیں اُس کی آنکھوں میں مجھے میرے لئے جتنی محبت نظر آتا ہے

شاید کہ کہیں اور ہو۔

دیکھو رومائسہ جیسا بھی ہو تم یہ سب کچھ چھوڑو اپنے کام پر
دیہان دو سرباز اور تم ایک دوسرے سے بہت دور ہو پورے ملک کا
فرق ہے یہ نہیں بن سکتا -

اماں جان! کہاں کی دوری آج کل ساری دنیا ایک گاؤں کی مانند ہے اور
دوسرا یہ کہ میں پہلی لڑکی تھوڑا ہی ہوں جو ملک سے باہر کسی سے
شادی کرے گی ہزاروں لڑکیاں پہلے سے دوسرے ملکوں میں شادی
کر چکی ہیں -

اچھا! تو رومائسہ کی اولاد! تو منصوبہ پہلے سے تیار ہو چکا! ہن!
میں سمجھی میرے سے مشورہ لے رہی ہو - دیکھو امی جان تم ایک
دفعہ سرباز سے مل تو لو پھر آپ کو پتہ چل جائے گا اور امی جی زندگی کا

اچھا ہمسفر قسمت سے ملتا ہے اور وہ مجھے ملا ہے اور میری طرف سے ہاں ہے ابو کو تم نے خود راضی کرنا ہے -

ٹھیک ہے ٹھیک ہے تیرے ابو سے بات کروں گی پھر تم کو دوبارہ فون کرتی ہوں -

او کے امی جان خدا حافظ

ادھر سریاز کی بھی یہ حالت تھی کہ رات بستر پر کروٹ بدل بدل کر گزاری نیند کدھر آرہی تھی پوری رات رومائسہ کی خیالوں میں گزری صبح کے انتظار میں تو کبھی کبھار ہوٹل کے برآمدے میں چہل قدمی صبح کے ٹھیک نو بجے رومائسہ نے بھی کر جاتے بہر حال صبح ہوگئی -

سریاز کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آگئی سریاز نے بیٹھنے کو کہا اور

وہ دونوں بیٹھ گئے سرباز بھی اندر ہی اندر کچھ توانائی محسوس کر رہے تھے۔

رومائسہ نے کہا سرباز تم مجھے کچھ کہنے والے تھے۔

سرباز نے کہا نہیں تو۔

نہیں سرباز بولو جلدی بولو تم کچھ کہنے والے تھے جلدی جلدی بتاؤ نا

سرباز نے کہا نہیں رومائسہ میں کچھ بھی کہنے والا نہیں ہوں تم

پوچھو کیا پوچھنا ہے پھر میں جواب دیتا ہوں۔

رومائسہ نے کہا رات کو میں نے امی جان سے موبائل فون پر بات کی۔

سرباز نے کہا تو۔

تو میں نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتایا۔

مثلاً کیا بتایا اپنی امی کو میرے بارے میں رومائسہ نور صاحبہ -

میں نے بتایا کہ بہت اچھا ہے بہت شریف ہے بہت خوبصورت ہے

جوان ہے مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے بھی پسند ہے -

سریاز یہ سب کچھ سن کر خوشی سے چکرا گیا وہ نہیں سمجھ پا رہا

تھا کہ اب کیا کریں کیونکہ رومائسہ کے منہ سے ایسا سننا کسی

معجزے سے کم نہیں تھا اُس کو دنیا کی سب سے بڑی خوشی مل گئی

اُس کی زبان بند ہوگیا اور خوشی سے آنکھیں پرنم ہوئے -

کچھ لمحوں کی خاموشی کی بعد رومائسہ بولی کیا ہوا کچھ بولو تو

سہی -

سریاز پھر کیا ہوا امی نے کیا کہا -

رومائسہ کہنے لگی تو ابھی ابھی ابو کا فون آیا وہ کہہ رہے تھے کہ وہ 16

تاریخ کو یہاں آرہے ہیں تم سے اور تمہارے گھر والوں سے ملنے -

سریاز کہنے لگے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ اب ہمیں بھی ہمارے گاؤں

جانا چاہیے تم کو بھی میرے گھر والوں سے ملنا چاہیے تم اپنے امی ابو کو

ہمارے گاؤں کا پتہ بتا دو تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو -

سریاز اور رومائسہ جب بھی ایک دوسرے کو دیکھتے مسکراتے رہتے تھے

0

0

٠ بارہ بجے کی ٹرین میں سرباز اور رومائسہ گاؤں کی طرف رواں دواں تھے

کیونکہ پورے ملک میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے ٹرینوں

کا نظام ہی سب سے بہترین تھا ہر چھوٹے بڑے شہروں اور دیہاتوں

میں ریل گاڑی کی چار چار پٹریاں بچھی ہوئی تھیں کھلے اور وسیع

زمینوں کا سلسلہ شروع ہوا خوبصورت لہلہاتے کھیت گندم اور چنے ہوا

کی ہلکی موسیقی کیساتھ محورقص تھی ہلکے ہلکے بادل آسمان پر چھائے

ہوئے تھے سبز درختوں کے اوپر پرندوں کی اٹھک بیٹھک لڑکپن کی یاد

دلارہی تھی -

سرباز پتہ نہیں کن خیالوں میں گم تھا کہ رومائسہ نے کہنی مار کر

سوال پوچھا یار سرباز ویسے تم نے وکالت کی ڈگری توی ہوئی ہے ذرا

یہاں قانون کے بارے میں بھی سمجھائیں نا -

سرباز نے مسکرا کر کہا تو سن لے -

رومائسہ صاحبہ آج سے تیس سال پہلے یہاں کا قانون اندھا قانون تھا پورا نظام درہم برہم ہو چکا تھا کوئی پرسیاں حال نہیں تھا عدلیہ اپنا کام تو کرتی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا جو ہاتھ چڑھ جاتا اُس کی خیر نہیں ہوتی تھی اور جو کوئی پیسے والا ہوتا وہ آزاد پھرتا رہتا سینکڑوں لوگوں کے قاتل بھی اس ملک میں آزاد پھرتے رہتے تھے چوری ڈکیتیاں حسب معمول تھی قتل و قتال اور دشمنیاں کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں اغوا برائے تاوان کی واردات بھی جگہ جگہ رونما ہوتی رہتی تھیں سالوں سال ایک ایک مقدمہ چلتا رہتا لوگ اپنے کاموں کو چھوڑ کر دوسرے کے کاموں میں دخل اندازی کرتے رہتے کوئی بھی اپنا ڈیوٹی نہیں کرتا تھا انصاف کے نام سے لوگ ناواقف ہو چکے تھے

عدالتیں بھی کبھی کبھار غلط فیصلے سناتی تھیں حتیٰ کہ پورا نظام

غلط تھا اور غلط راستے پر چل رہا تھا -

صدر صاحب کی کافی وقت سے اس چیز پر نظر تھی اپنے ذہن میں

قسطا قسم منصوبے بنانا اور گراتا رہتا وقت کے ساتھ ساتھ آخر کار ایک

دن ایک منصوبہ ذہن میں بیٹھ بھی گیا مگر اس منصوبے پر عمل درآمد

کرنے کے لئے کچھ خاص لوگوں کی ضرورت تھی اور خاص کر وہ لوگ

جو اس منصوبے میں دیوار بن سکتے تھے تو اس کے لیے سب سے پہلے

فرداً فرداً چھپ چھپا کر اپنی پارٹی کے ممبران کو اعتماد میں لے لیا اور

بات بھی صیغہ راز میں رکھی بعد میں مختلف پارٹیوں کو بھی چُپ

چھپا کر اعتماد میں لے لیا پھر مخصوص اداروں کے سربراہان کو بھی

اعتماد میں لے لیا تاکہ بات کا بتنگڑ نہ بنے جب یہ کام مکمل ہوا تو

قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا روایتی کاروائی کے بعد صدر صاحب نے
مختصر تقریر کی -

جناب صدر پارلیمان ممبران قومی اسمبلی اور معزز مہمانان گرامی-

اسلام علیکم -

ہمارا ملک ایک مسلمان ملک ہے ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم نے

جو راستہ اختیار کیا ہے وہ راستہ مسلمانوں کا نہیں ہے بلکہ غیر

مسلموں کا ہے جب تک ہم غیر کے راستے پر چلیں گے اپنے منزل

مقصود تک نہیں پہنچیں گے کیونکہ ہماری منزل اور ہے اور غیر منزل

اور -

اُن لوگوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے یہ راستہ ان کے لیے ٹھیک ہے

کیونکہ وہ اپنی منزل مقصود کے لیے رواں دواں ہیں جب تک ہم اُن کے

راستے پر چلیں گے تو ہم بھی اُن کے منزل پر پہنچ جائیں گے کیونکہ ہم نے راستہ جو اُن کا اختیار کیا ہے - لیکن جب ہم اپنے راستے پر چلیں گے تو ہم بھی اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے -

میں مثال کے طور پر ایک بات کہنا چاہتا ہوں جب کسی ملک کا کوئی کارخانہ کوئی چیز تیار کر لیتا ہے مثلاً گاڑی تیار کرتا ہے اور وہ کسی دوسرے ملک کو بھیجتا ہے تو اس کے ساتھ ایک کتاب بھی بھیج دیتا ہے جس میں گاڑی کے بارے میں مکمل معلومات لکھی ہوتی ہے کہ یہ ان کے ٹائر ہے یہ ان کا انجن ہے یہ اس کا ڈیزل اور پٹرول ڈالنے کی جگہ ہے ادھر پانی ڈالا جاتا ہے یہاں بریک آئل ڈالا جاتا ہے فلاں جگہ پر موبائل آئل ڈالا جاتا ہے اور فلاں خانہ تیزاب کیلے بنا ہے دائیں پاؤں کے

نیچے ایکسلیٹر لگا ہوا ہے بائیں کو کلچ پیڈل بنا ہوا ہے اور دونوں پاؤں کے درمیان بریک ہے وغیرہ وغیرہ ۔

اگر یہ سب کچھ کتاب کے بتائے ہوئے طریقے پر استعمال کرو گے تو یہ گاڑی چلے گی ورنہ نہیں چلے گی یعنی کہ آپ ڈیزل والے خانے میں تیزاب ڈالو گے تیزاب والے میں موبل آئل ڈالو گے موبل آئل والے میں پانی ڈالو گے بریک کی جگہ ایکسلیٹر دباؤ گے ایکسلیٹر کی جگہ کلچ دباؤ گے اور کلچ کی جگہ بریک دباؤ گے تو کیا یہ گاڑی چلی گی کبھی نہیں چلے گی کیونکہ کتاب کے طریقے کے مطابق نہیں ہے ۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کے ذریعے ہمارے ساتھ کتاب بھیجی ہوئی ہے اس کتاب کا نام ہے قرآن پاک ۔

قرآن پاک میں ہماری زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے مکمل اور پورا طریقہ

موجود ہے جب تک ہم اس کتاب کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں گے

نہیں تو کامیاب نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ہماری زندگی کی گاڑی چل

سکتی ہے -

دیکھو میرے دوستو سزا دینے کا مطلب کیا ہوتا ہے -

کسی جج کی کسی پولیس کی کسی کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی ہوتی ہے

نہیں ہرگز نہیں -

سزا دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجرم کے ساتھ ساتھ بقایا عوام کو

بھی پتہ چلے کہ جرم کرنے کی سزا بھی ہوتی ہے یعنی عوام کسی کے سزا

دیکھنے سے کوئی سبق سیکھتا ہے -

غیر کے قانون یعنی اب جس قانون کے مطابق ہم چل رہے ہیں اسکا

طریقہ کار کیا ہے میں ایک مثال سے بتانا چاہتا ہوں -

ایک آدمی کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قاتل اور مقتول دونوں کی طرف

سے وکیل پکڑے جاتے ہیں دونوں اپنے اپنے وکیلوں کو پیسے دیتے ہیں وکیل

اُن کی طرف سے لڑتے ہیں مؤکل چاہے گنہگار ہو یا نہ ہو وکیل نے اس کی

طرف داری کرنی ہوتی ہے اُس کیلئے تو یہ ایک کھیل ہوتا ہے جو وہ

جیتنا چاہتا ہے وکیل کو جتنا زیادہ پیسہ دیا جاتا ہے وکیل اتنا ہی آگے

زور لگاتا ہے وکیل طرح طرح کے طریقے اپناتا ہے اب ایک گنہگار کا وکیل

گنہگار کو جتوا دیتا ہے اور وہ مونچھوں کو تاؤ دے رہا ہوتا ہے -

اب آپ بتائیں عوام نے اس سے کیا سبق سیکھا یہی کہ دولت ساتھ ہو

تو کوئی گناہ کرنے سے آدمی گناہ گار نہیں بنتا اسی لئے ہمارے ملک میں

وارداتوں کی کوئی کمی نہیں ہوتی اور ہوگی بھی نہیں جب تک ہم اس
موجودہ قانون کے مطابق چل رہے ہیں -

جناب صدر پارلمان ! دنیا کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی اور ہم وہیں کے
وہیں کھڑے ہیں ہمارا بھی حق ہے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ چل سکیں
پورے ملک کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ ملک میں اسلامی اور شریعت کے
مطابق قانون لاگو کیا جائے ملک کی عدالتوں میں لارڈ میکالے کے بنائے
ہوئے قانون کی کتاب پھاڑ دی جائے اور قرآن پاک سے بنائے ہوئے قانون
کی کتاب اس کی جگہ رکھ دی جائے اور ہم سب کی بھی یہی خواہش
ہے کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں اور ویسے بھی ہمارا اپنا قانون ہے تو
کسی غیر کے قانون کے مطابق کیوں اپنی زندگی گزاریں (ہم کسی سے
کم نہیں) -

تو آج میں اعلان کرتا ہوں کہ آج کے بعد اپنے پیارے ملک میں اسلامی

اور شرعی قانون لاگو ہوگا۔

اور اسی کے ساتھ پورا ہال نعرہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا ہال میں

بیٹھے چار پانچ سو لوگوں نے باآواز بلند حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وسلم پر درود پاک پڑھنا شروع کیا جو ایوان کے دیواروں سے ٹکراتا رہا

کوئی کوئی تو خوشی سے بے ہوش بھی ہو گئے۔

پورے ملک میں خوشی کا ایک سماں تھا مٹھائیاں تقسیم ہو رہی تھیں

ہر کسی کی زبان پر صدر صاحب اور موجودہ کابینہ کے لیے دعائیں ہی

دعائیں تھیں۔

بس پھر کچھ دنوں میں اس کے لیے پارلیمان میں قانون سازی ہوگی اور

باقاعدہ اسلامی نظام شروع ہوگیا اس کے بعد پورے ملک میں نظام

ٹھیک ٹھاک ہو گیا کیونکہ تمام فیصلے قرآن کے مطابق ہونے لگے۔

اس کے بعد بہت سے اچھے کام ہو گئے جس میں ایک کام یہ تھا کہ اپنے

ملک میں بہت سے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شادی کے ارمان کو لے کر

بوڑھے ہو جاتے تھے وجہ یہ ہوتا کہ وہ غریب ہوتے شادی ایک مہنگا

رواج بن چکا تھا حالانکہ یہ رواج تو نہیں ہے بلکہ سنت نبوی کا عمل

ہے اور لوگوں نے اس کی رسومات کو اتنا مہنگا بنایا تھا کہ کسی غریب

آدمی کی پہنچ سے بہت دور تھا کسی علاقے میں لڑکے والے کا خرچہ

لاکھوں کو پہنچتا سونا کمرہ گھر کپڑے وغیرہ مانگ کر تو کسی علاقے

میں لڑکی والے کا خرچہ لاکھوں کے حساب سے ہوتا جہیز وغیرہ مانگ

کر اور کسی علاقے میں تو لڑکیاں بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت ہوتی
رہتیں تو حکومت نے اس کیلئے بہت زبردست ترتیب بنا کر پورے ملک
پر لاگو کیا تو آج شکر الحمد للہ شادی ملک میں اسلام کے مطابق
سب سے سستا عمل ہو چکا ہے -

رومائسہ نے ترتیب کے بارے میں پوچھا تو سرباز کہنے لگے کہ بیٹا اور
بیٹی اللہ کی نعمت ، رحمت ہے اور اسلام میں کوئی اونچ نیچ بھی نہیں
تو حکومت نے حکم جاری کیا کہ ایک شادی پر ٹوٹل تین لاکھ روپے کا
خرچہ کیا جائے گا جو لڑکے اور لڑکی والوں کو مشترکہ ادا کرنا ہوگا -
حکومت نے شہر شہر گاؤں گاؤں گلی گلی اور محلوں میں شادی ہال
بنائے اس کا اپنا ایک ادارہ بنایا اور شادی ہالوں میں موجود عملے کو
سرکاری رکھا -

تو جب لڑکے اور لڑکی والے آپس میں راضی ہو جاتے ہیں تو دونوں فریقین

اسی شادی ہالوں میں اندراج کرنے آجاتے ہیں وہاں منگنی بھی ہو جاتی

ہے اور وہاں اسے دونوں کو چھ مہینوں کا وقت دیا جاتا ہے کیونکہ

حکومت اس دوران ان کے لئے گھر بناتی ہے پھر شادی کے ایک مہینہ

پہلے تین لاکھ روپے جمع کرنا ہوتا ہے جس میں ڈیڑھ لاکھ لڑکی والے اور

ڈیڑھ لاکھ لڑکے والے ادا کرتے ہیں اس تین لاکھ میں حکومت ان کے لیے

ایک تولہ سونا جو دلہن کی مرضی کے مطابق بنایا جاتا ہے جہیز کا

سامان بھی انہی پیسوں سے حکومت انکے مرضی کے مطابق اور کپڑے

بھی دلہن کی مرضی کے مطابق حکومت اُس کو مہیا کرے گی -

پھر مقررہ وقت پر شادی کے دن دونوں فریقین اور ان کے مہمان شادی

ہال میں آجاتے ہیں وہاں پر دو ٹائم کا کھانا اور تمام تر رسومات ہو

جاتے ہیں یعنی تین لاکھ میں شادی ہو جاتی ہے جبکہ نیا گھر حکومت کی طرف سے ویسے بھی ہر کسی کو ملتا ہے -

رومائسہ نے حسرت بھری نظروں سے سرباز کو دیکھ کر پوچھا کہ اور کون کونسے سے کام ہوئے -

سرباز نے کہا اور یہ کیا کہ حکومت نے ملک کی تمام مساجد سرکاری بنا دیں یعنی مسجد میں موجود بجلی اور پانی کو مفت کر دیا جبکہ امام مسجد اور خادم مسجد کو بھی سرکاری کر دیا اب باقائدہ امام مسجد اور خادم ، مؤذن کو بھرتی کیا جاتا ہے اور ان کو حکومت کی طرف سے تنخواہ اور پنشن بھی ملتی ہے اور امام صاحب کو گریڈ 14 کا سکیل بھی دیا جاتا ہے -

بہر حال ہمارے ملک میں لارڈ میکالے کے قانون کی جگہ شریعت کا قانون

چلتا ہے -

0

⁰ٹرین کسی سٹیشن پر کھڑی تھی غالباً آدھے گھنٹے کا آرام تھا سرباز اور رومائسہ اپنے ساتھ لائے ہوئے کھانے میں مصروف تھے کہ ٹرین نے جانے کی ہارن لگائی دونوں جلدی جلدی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے ٹرین پر چڑھ گئے اور ایک دفعہ پھر ٹرین 300 کی اسپید سے چلنے لگی رومائسہ باہر کا نظارہ دیکھنے میں مصروف تھی کہ سرباز نے کہا ویسے تمہارا کیا ارادہ ہے تعلیم مکمل کرنے کے بعد کیا کروگی -

یار سرباز میرا ارادہ تو بینک میں کام کرنے کا ہے لیکن کبھی کبھار سوچتی ہوں کہ کسی پارٹی میں شمولیت اختیار کر کے سیاست میں قوم اور ملک کی خدمت کروں ویسے سیاست سے یاد آیا تو یہاں سیاست کا کیا طریقہ کار ہے ؟

سرباز نے مسکراتے ہوئے کہا یہ ایک علیحدہ اور اہم موضوع ہے تو

سُنو -

پہلے تو ہمارے ملک میں بھی یہی پارٹی کا سسٹم ہوتا تھا جو دوسرے

ملکوں میں ہوتا ہے لیکن یہ چیز ادھر ناکام تھی -

ایک عجیب غوغا تھا انتخابات کے دنوں میں جو بھی مالدار دولت مند

ہوتا تھا انتخابات لڑنے میدان میں آجاتا تھا . جسکوبات کرنے کا طریقہ

بھی نہیں آتا تھا وہ بھی انتخابات لڑتا . غریب جتنا بھی سیاسی ذہنیت

کا مالک ہو وہ انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتا تھا کیونکہ یہاں تو

انتخابی مہم چلانے پر اربوں کھربوں روپے لگتے تھے

دوسری طرف انتخابات میں دھاندلی بھی ہوا کرتی تھی . صاف

شفاف انتخابات اس ملک میں کبھی ہوئے ہی نہیں تھے

اسکے علاوہ جو بھی ایک بار کرسی پر بیٹھ جاتا تھا وہ وہاں سے سارے

گر سیکھ کر پھر ساری زندگی کرسی چھوڑنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس کے

مرنے کے بعد اسکا بیٹا پھر پوتا بھی اسی کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا

اس طریقہ کار میں اربوں کھربوں کا نقصان بھی ملک کا ہوجاتا اور

کوئی فائدہ بھی نظر نہیں آتا تھا

اس کیلئے صدر صاحب نے ملک کے مختلف یونیورسٹیوں کے وائس

چانسلروں سے خفیہ ملاقاتیں شروع کیں انہوں نے بہت سوچ سمجھ

سے طریقہ کار بنا کر صدر صاحب کے حوالے کیا یہ کام بہت مشکل تھا

لیکن صدر صاحب کی خوش سلوکی اور ایمانداری کیوجہ سے سارے

راستے کھل گئے

ٹھیک اسی اسلامی قانون والے طریقے کو اپنا کر کامیاب ہوئے۔ اپنے اور پرائے سارے سیاستدان اور عہدیداران راضی ہو گئے حالانکہ یہ بہت بڑا کام تھا پورے آئین کو بدلنا تھا بہت سے سیاستدانوں کی دکانیں بند ہونے والی تھیں۔ لیکن اچانک ایک دن قومی اسمبلی کو بلایا گیا جس میں تمام ممبران کی حاضری کو یقینی بنایا۔

مقررہ وقت پر جب اجلاس شروع ہوا روایتی کاروائی کے بعد سب سے پہلے ایک ممبر نے تقریر کی جس میں ممبر صاحب نے حاضرین کا ذہن بنایا اُس کے بعد صدر صاحب کو دعوت دے دی گئی صدر صاحب نے اپنی تقریر کچھ یوں شروع کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب صدر پارلمان میرے معزز اور جان نثار ساتھیو۔

السلام علیکم -

جیسا کہ آپ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک ترقی کی راہ پر

گامزن ہے بہت سے ترقی یافتہ کام ہو چکے ہیں تقریباً ادارے ٹھیک ہو

چکے ہیں امن ، امان بھی اب قائم ہے نظام زبردست بن گیا ہے -

اس سب کاموں میں آپ سب نے میرا ساتھ دیا یہ آپ لوگوں کی انتھک

محنت اور اچھی نیت کا نتیجہ ہے پہلے جتنے بھی حکمران گزرے ہیں ان

سب نے فقط ٹائم پاس کیا ہے کسی نے بھی ملک کو ترقی دینے پر کوئی

غور و فکر نہیں کی ہے -

لیکن ہمارا مقصد ، عزم صرف اور صرف ملک کے نظام کو اچھے سے

اچھا اور بہترین بنانے کا ہے بہت سے کام ہو چکے ہیں مگر بہت سے ابھی

باقی بھی ہیں جسے ہم لوگوں نے مل کر کرنا ہے اگر ہم لوگوں نے آج

اس ملک کے لیے کچھ نہیں کیا تو مجھے شک نہیں پڑتا کہ کہ کل کو

دوسرا کوئی آکر کرے ملک کو بہترین بنانے کے لئے ہم سب کو قربانی

دینی ہوگی تو اس قربانی کیلئے کون کون تیار ہے۔

ہال میں بیٹھے تمام ممبران نے ہاتھ کھڑے کئے۔

صدر صاحب نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں تو پورے ہال میں تالیوں

کی گونج اٹھی۔

اچھا تو اب وہ لوگ ہاتھ کھڑا کریں جو اس ملک کی خاطر اپنی جان اور

اپنے اس کرسی کو بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو۔

تمام ممبران اسمبلی نے ہاتھ کھڑے کئے۔

ایک دفعہ پھر ہال تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔

اچھا تو آج میں جو تجویز لایا ہوں اس میں ہم سب اپنے ملک کے
اچھے مستقبل کی خاطر قربانی دیں گے اور میری اس بتائے ہوئے تجویز کو
عملی جامہ پہنائیں گے۔

! میرے ملک کے جانثار ساتھیو

ہمارے ملک میں ایک جمہوری نظام ہے اور جمہوری نظام کو ہم
برقرار رکھنا چاہتے ہیں مگر ہم جس جمہوری نظام کے تحت چل رہے
ہیں اس کی بنیاد غلط ہے اور جب تک بنیاد ٹھیک نہیں ہوتی اس وقت
تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

کچھ مخصوص لوگ ملک کی سیاست پر قابض ہیں وہی لوگ پشت
در پشت آگے آرہے ہیں جو ایک غلط طریقہ ہے کیونکہ سیاست کسی
کی وراثت نہیں بلکہ اس پر ہر کسی کا حق ہے۔

دراصل ہمارے ملک میں پارٹیاں ہیں اور جہاں پارٹی بازیاں شروع ہو

جائے وہاں اتفاق ختم ہو جاتا ہے محبت ختم ہو جاتی ہے اتحاد کا تو

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا -

مثلاً ملک میں تین چار پارٹیاں ہوں تو ملک کے سارے لوگ اسی

پارٹیوں میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں کوئی کس پارٹی میں تو کوئی کس پارٹی

میں تو لازمی بات ہے کہ ہر کوئی اپنے پارٹی کی اچھائیاں دکھائے اور

سنائے گا جبکہ اپنی پارٹی کو اعلیٰ دکھانے کے لئے دوسرے پارٹیوں کی

برائیوں کو ڈھونڈتا پھرے گا -

تو ایسے میں کیسے اتفاق اور اتحاد آئے گا نہیں آئے گا ہرگز نہیں آئے گا -

اس کے حل کے لیے میں ایک تجویز لایا ہوں امید ہے آپ لوگ میرے

ساتھ اتفاق کرو گے -

تجویز یہ ہے کہ ملک میں کوئی پارٹی نہیں ہوگی ہر کوئی آزاد انتخابات لڑے گا۔

جو بندہ قومی، صوبائی اسمبلی کیلئے آئے گا اُس کے لیے شرائط ہوں گے۔

سب سے پہلے وہ تعلیم یافتہ ہوگا اُس نے پی ایچ ڈی کی ہوگی اس کے

ساتھ سیاست کی ڈگری بھی ہوگی جس کا تین سالہ کورس ہوتا ہے

دوسری یہ کہ اُسکا عمر 45 سال سے زیادہ نہیں ہوگا یعنی عمر کا آخری

حد 45 سال ہوگا اور 60 سال کے بعد کوئی آدمی میدان میں نہیں آسکے

گا جو بھی کاغذات نامزدگی جمع کرے گا تو اُس سے ایک ٹیسٹ لیا جائے

گا اُس ٹیسٹ میں اسلام کے ساتھ ساتھ سیاست اور مختلف مضامین

کے سوالات ہوں گے جو اس ٹیسٹ میں پاس ہوگا اس کو انتخابات

لڑنے کی اجازت ملے گی جب یہ لوگ قومی یا صوبائی اسمبلیوں میں آئیں

گے تو قومی اسمبلی میں صدر جبکہ صوبائی اسمبلیوں میں گورنروں کیلئے انتخابات ہوں گے صدارت کے لیے ذی اسمبلی سے کوئی شخص کھڑا نہیں ہوگا بلکہ گزرے ہوئے اسمبلی میں جو بھی سابقہ ممبر قومی اسمبلی ہوگا وہ صدارت کے انتخابات لڑیں گے مگر اُسکا بھی ایک ٹیسٹ لیا جائیگا جو اُس ٹیسٹ میں پہلے دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں نمبر پر آئنگے وہی پانچ لوگ صدارت اور گورنری کا امیدوار بنیں گے جبکہ ذی آنے والے اسمبلی ممبران اُسکو ووٹ دیں گے۔

اسی طرح صوبائی اسمبلی کا بھی ہوگا یعنی سابقہ صوبائی اسمبلی ممبران میں سے کوئی گورنر کی امیدوار کیلئے کھڑا ہوگا جبکہ ذی آنے والے صوبائی ممبران اس کو ووٹ دیں گے۔

اسی طرح سینٹ کے ممبران کیلئے بھی سابقہ قومی یا صوبائی اسمبلی
ممبر آسکے گا جو بھی آدمی ایک دفعہ قومی یا صوبائی اسمبلی یا سینٹر
بنے گا دوبارہ اس کو موقع نہیں ملے گا البتہ صدر اور گورنر کے لئے
پچھلے اسمبلی کا ممبر ہونا لازمی ہوگا۔

! صدرِ پارلیمان

اس ممبران سے میں سے پچاس ممبران کی ایک کمیٹی بنائی جائیگی جس
میں سے ایک ممبر کو اس کمیٹی کا صدر بنایا جائیگا یہ حزب اختلاف کی
ڈیوٹی کرے گی یہ کمیٹی صرف اور صرف حکومت کے ناجائز کاموں پر
نظر رکھے گی۔

اس سب کا دورانیہ پانچ سال ہوگا وفاقی وزراء جو کہ مخصوص ہوتے
ہیں اتنے زیادہ بھی نہیں ہوتے اس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ جس ادارے

کا بھی وزیر ہو تو اسی ادارے کے سب سے سینیئر کو ترقی دے کر اسی
ادارے کا وزیر بنایا جائے گا جیسا کہ وزیر دفاع کے لیے فوج کے سربراہ کو
ترقی دیکر وزیر دفاع بنایا جائے وزیر دفاع بننے کے بعد وردی اُتروانا ہوگا
یا جیسا وزیر ریلوے پہ تو اس کیلئے محکمہ ریلوے کے سب سے سینیئر
یعنی سربراہ کو ترقی دیکر وزیر ریلوے بنایا جائے وغیرہ وغیرہ -
اس کے ساتھ جو بھی ممبر قومی ، صوبائی اسمبلی یا صدر ملک آئے گا
اپنا منشور لے کر آئے گا -

بعد میں سب کی جانچ پڑتال ہوگی جس نے اپنے منشور کے مطابق کام
نہ کیا ہو اس کو قانون کے مطابق سزا ملے گی -

ہر قومی یا صوبائی اسمبلی کا ممبر ہر مہینے اپنے ضلع یا حلقے میں
کھلی کچھری لگائے گی جس میں عوام کو اپنے منشور کے بارے میں

مطمئن کرے گا کہ کام کیسے چل رہا ہے اور حکومت ہمیں ترجیح دیتی

ہے یا نہیں اور آئندہ کوئی مسئلے مسائل تو نہیں جبکہ صدر ملک ہر

مہینے ٹی وی پر قوم سے خطاب کریگا۔

اس کے ساتھ صدر صاحب نے اپنی تقریر ختم کی اور پورا ہال تالیوں

سے گونج اُٹھا۔

پھر ایک مہینے کے اندر اندر صدر صاحب کے مکمل تجویز کے لیے

پارلیمان میں قانون سازی ہوگی اور اگلے انتخابات کے لئے اسی طریقے کو

اپنایا۔

رومائسہ جو بڑے غور سے یہ سب کچھ سن رہی تھی سرباز سے جو

اب ذرا خاموش ہو چکے تھے چونک کر بولی کہ اب یہاں اسمبلی میں بل

کیسے پاس کیا جاتا ہے اور انتخابات کا کیا طریقہ کار ہے۔

سرباز کہنے لگے کہ جب کوئی ممبر کوئی بل پیش کرتا ہے تو اُس کے لیے تمام ممبران کو غور، فکر کرنے کیلئے ایک مہینے کا ٹائم دیتے ہیں اس دوران سب ممبران اس کے منفی اور مثبت پہلو دیکھ لیتے ہیں جب ایک مہینے کے بعد تمام کی رائے معلوم ہو جاتی ہے تو اگر مثبت پہلو زیادہ ہوں تو اُس بل کو پاس کرتے ہیں ورنہ نہیں -

اور انتخابات کا طریقہ بڑا اسان ہے ضلع میں صرف ایک ہی بڑا پولنگ اسٹیشن ہوتا ہے جس میں مردوں کا علیحدہ عورتوں کا علیحدہ انتظام ہوتا ہے اور یہ سارا کمپیوٹرائز سسٹم ہوتا ہے جو بھی مرد یا عورت ووٹ ڈالتا ہے تو وہ بائیومیٹرک طریقے سے اپنا شناختی کارڈ نمبر لکھ کر انگوٹھا لگاتا ہے اور مطلوبہ انتخابی نشان کو کلک کرتا ہے تو اسکا ووٹ براہ راست ملک کے دارالخلافے میں چلا جاتا ہے اس انتخابات کا دورانیہ

تین مہینے ہوتا ہے تین مہینوں کے بعد جونتجہ آتا ہے اُس کوٹی وی

پر نشر کیا جاتا ہے اُس کے بعد باقائدہ صدر اور دوسرے عہدیدار

منتخب ہو جاتے ہیں -

رومائسہ نے کہا بہت خوب ہمارے ملک میں تو ہر جگہ پر پولنگ

اسٹیشن ہوتے ہیں جس کی سیکورٹی کیلئے پولیس کم پڑ جاتی ہے تو

فوج کو بلایا جاتا ہے لیکن یہ طریقہ مجھے بہت پسند آیا ہے۔

اتنے میں ٹرین نے رکنے کا ہارن لگایا چند لمحے بعد رومائسہ اور سرباز اپنے

گاؤں کے اسٹیشن پر اتر گئے -

⁰تاریخ کی صبح دس بجے سریاز رومائسہ دونوں کے والدین اور 16 کچھ رشتہ دار گاڑیوں میں بیٹھ کر شادی ہال کیلئے روانہ ہوئے وہاں پر پہلے سے موجود کچھ دوستوں نے استقبال کیا اور باقاعدہ سریاز اور رومائسہ کے منگنی میں شامل ہوئے سریاز کی بہنیں اور کزنیں ڈھولک کیساتھ علاقائی ناچ میں لگی ہوئی تھیں مخصوص مہمانوں کو کرسیوں پر بٹھایا ہوا تھا جبکہ رومائسہ اور سریاز سنٹر میں صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے چائے کے ساتھ مہٹائی کا بھی دور چل رہا تھا سریاز اور رومائسہ کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکان کے ساتھ دونوں کے والدین بھی گپ شپ میں مصروف تھے -

آخر میں باقاعدہ منگنی شروع ہوئی اور دونوں کو رسمِ انگوٹھی کیلئے
کھڑا کر دیا گیا سب سے پہلے رومائسہ نے سرباز کو انگوٹھی پہنائی پھر
سرباز کو انگوٹھا دے دیا گیا تاکہ رومائسہ کو پہنائے سرباز نے رومائسہ
کو ہاتھ سے پکڑا ابھی انگوٹھی پہنانے والا ہی تھا کہ اچانک آنکھ کھل
گئی اور میں بیٹھ گیا۔

زیرو بلب کی مدہم روشنی میں بلیوں کی لڑائی اور چیخ و پکار نے
ہمارے سارے خواب پر پانی پھیر لیا۔

ایک لمبی سانس کے ساتھ میرے منہ سے بے تہاشا نکلا کہ ہائے میرا
خواب کاش میرا یہ خواب حقیقت ہوتا۔

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**